4-5-2019

دورہ قرآن(2019)

پارہ نمبر12(وَمَا مِن دَآبَّةٍ)

- قرآن مجید کو عمل کے لیے سیکھنا چاہیے۔یعنی قرآن کا علم برائے عمل ہو۔اس نیت کے ساتھ انسان سیکھے کہ میں جو سیکھوں گا اس پر عمل بھی کروں گا۔

ابن القیمؒ کہتے ہیں کہ

- بعض سلَف کا کہنا ہے قرآن اس لئے اترا ہے تاکہ اس پر عمل کیا جائے تو انھوں نے یعنی لوگوں نے اس کی تلاوت کو عمل بنالیا(یعنی خالی تلاوت کرنا عمل سمجھتے ہیں۔)یہی وجہ ہے کہ اہل القران وہ لوگ تھے جو اس پر عمل کرنے والے تھے اور جو کچھ اس میں تھا اس پر عمل کرتے تھے اگرچہ قرآن ان کو زبانی نہ بھی یاد تھا۔

یعنی اہل القرآن کون تھے؟

✧ جنھیں قرآن حفظ نہیں بھی تھا لیکن وہ قرآن پر عمل کرنے والے تھے۔

یعنی جب تک انسان قرآن پر عمل نہ کرے اس کو اہل القرآن نہیں کہا جاتا۔

لیکن جو شخص اسے محض زبانی یاد کرلے نہ اسکو سمجھے اور نہ ہی اسکے احکامات پر عمل کرے تو وہ اہل قرآن میں سے نہیں ہے چاہے وہ قرآن کے حروف اور تجوید کو ایسے درست کرکے پڑھے جیسا کہ تیروں کو سیدھا کیا جاتا ہے۔

یعنی انتہادرجہ کی درستگی کے ساتھ قرآت کرے لیکن اگر اس کو سمجھتا نہیں اور اس پر عمل نہیں کرتا تو وہ اس کا حق ادا نہیں کررہا۔

✧ حسن بصری کہتے ہیں کہ

اس قرآن کو غلاموں اور بچوں نے پڑھا لیکن انھوں نے اسے شروع سے نہیں لیا یعنی اس پر عمل نہیں کیا انھیں اس کے معنیٰ اور تاویل کا کوئی علم نہیں۔

تو بچوں کو اگر لفظ لفظ سمجھ نہ بھی آئے لیکن کوشش کرنی چاہیے کہ وہ جو بھی پارہ پڑھیں یا سورۃ کوئی پڑھیں یا کوئی حصہ پڑھیں تو اس کا مفہوم ان کو معلوم ہو کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں؟ قرآن کیا کہہ رہا ہے؟

بلکہ آپ میں سے جتنے بھی لوگ ناظرہ قرآن پڑھانے والے ہیں وہ اپنے لئے لازم کرلیں کہ پڑھاتے ہوئے کچھ نہ کچھ حصہ یعنی سارا تو ممکن نہیں ہوتا بعض اوقات کہ ناظرہ کا پڑھنا بھی ایک مشکل کام ہوتا ہے لیکن اس میں سے چاہیں تو کوئی آیت سلیکٹ کرلیں چاہیں تو overall خلاصہ بتادیں لیکن کوئی نہ کوئی کام کی یا عمل کی بات ضرور بتائیں تاکہ قرآن کا حق ادا ہو۔

قرآن کے حروف کے ساتھ ساتھ اسکی حدود کا خیال رکھا جائے۔

✧ یحیٰ ابن سعید سے مروی ہے کہ

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک انسان سے کہا تم یقیناً ایسے زمانے میں ہو کہ اس میں علَماء زیادہ اور قاری کم ہیں۔اس زمانے میں قرآن کی حدود کی حفاظت کی جاتی ہے یعنی احکامات کے اوپر عمل کیا جاتا ہے اور اسکے حروف کو ضائع کردیا جاتا ہے(یعنی بہت تکلف سے ادا نہیں کیا جاتا اسکے حروف کو)۔مانگنے والے کم ہیں

دینے والے زیادہ ہیں۔ اس زمانے کے لوگ نماز لمبی کرتے ہیں خطبہ چھوٹا کرتے ہیں۔ وہ اپنی خواہشات سے پہلے عمل کو ظاہر کرتے ہیں اور عنقریب لوگوں پر ایک ایسازمانہ آئے گا اس میں علَماء کم اور قاری زیادہ ہوں گے۔ اس زمانے میں قرآن کے حروف کی حفاظت کی جائے گی لیکن اسکی حدود کو ضائع کر دیا جائے گا(یعنی احکامات پر عمل نہیں کیا جائے گا) مانگنے والے زیادہ اور دینے والے کم ہوں گے۔ اس میں لوگ خطبہ لمبا کریں گے اور نمازیں چھوٹی کر دیں گے (قل ھو اللہ پڑھ کے نماز ختم) اور اس زمانے میں لوگ اپنے عمل سے پہلے اپنی خواہشات کو ظاہر کریں گے (یعنی باتیں زیادہ کریں گے لیکن عمل کم ہو گا)۔

توضروری ہے کہ

انسان اپنے عمل سے قرآن کی تصدیق کرے کہ واقعی وہ قرآن کو سچا مانتا ہے.

کیونکہ جس چیز کی سچائی کا اسے یقین ہوتا ہے اسے وہ اپنے عمل میں بھی ضرور لے کر آتا ہے، اس کو حاصل کرتا ہے اور پھر اس کو استعمال بھی کرتا ہے۔

سورت ھود

❖ آیت 6

یہ زمین اللہ نے بنائی اور اس پر جتنے بھی جاندار ہیں چاہے انسان ہیں یا جن ہیں یا حیوانات ہیں یا چرند پرند ہیں یا مچھلیاں ہیں یا پانی کی مخلوق ہے یہ سب اللہ سبحانہ و تعالی کی تخلیق ہے اور اللہ تعالی نے ان کو پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا بلکہ ان کے رزق کا بھی انتظام کیا ہے۔

اسی لئے فرمایا

زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو گویا اللہ ہی رازق ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھئے کہ

ہر انسان کا رزق مقرر ہو چکا ہے۔

✷ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابن آدم سے چار چیزوں کے معاملے میں فارغ ہو اجا چکا ہے۔ اس کی تخلیق، اس کے اخلاق، اسکے رزق اور اسکی موت۔

✷ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ

رزق سے بھاگنے والا بھی رزق پا کر رہے گا۔

✷ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر ابن آدم اپنے رزق سے اس طرح بھاگے جس طرح موت سے بھاگتا ہے تو رزق اس کو اسی طرح پالے گا جس طرح موت اسے پا لیتی ہے۔

یعنی یہ اللہ سبحانہ و تعالی کا فضل ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی ضروریات کا انتظام کیا ہے اس لیے اس معاملے میں انسان کو کوشش تو کرنی چاہیے لیکن بہت پریشان نہیں ہونی چاہیے

ہاں پریشانی فکر آخرت کے بارے میں ہونی چاہیے کہ کل کیا ہو گا۔

مستَقَر یعنی قرار گاہ کو بھی جانتا ہے۔

قرار گاہ سے مراد ماں کا رحم ہے چاہے وہ انسان کا ہو یا غیر انسان کا یعنی جہاں وہ ٹک کر تخلیق پاتا ہے۔

و مُستودَعھا یعنی وہ جگہ جہاں مرنے کے بعد اسکو پھر زمین کے اندر سونپ دیا جاتا ہے۔

تو یہ دونوں چیزیں لوگوں سے چھپی ہوئی ہوتی ہیں یعنی ماں کے پیٹ میں کیا ہے یہ انسانوں کو نہیں پتہ ہوتا۔

کسی قبر میں کون ہے لڑکا یا لڑکی ہے؟ کس قسم کا رنگ ہے؟ کون ہے؟ نہیں پتہ لیکن اللہ کو پتہ ہوتا ہے۔

تو وہ مستقر کو بھی جانتا ہے اور مستودعھا کو بھی جانتا ہے۔

اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ہر چیز کو پوری طرح جاننے والا ہے اور یہ علم اس کا صرف اس کے پاس نہیں بلکہ

کُلٌ فی کتاب مبین

یہ علم لکھا ہوا بھی ہے۔ یعنی انسان کی تقدیر میں کیا ہے، حیوانات کی قسمت میں کیا ہے، یہ سب اللہ کے علم میں ہے اور اسکی کتاب میں ہے۔

❖ آیت 7

تخلیق کی ابتدا اتوار کے دن ہوئی تھی جمعہ پر ختم ہوئی اور پھر اس کا عرش جو ہے وہ ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔ ساتوں آسمانوں کے بعد پانی اور پانی کے بعد اس کا عرش۔

تو اس نے یہ سب کچھ کیوں بنایا؟

تاکہ تمہیں آزمائے۔

یعنی انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟

یہ امتحان لینا کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔

اچھا عمل وہ ہوتا ہے جس میں نیت بھی اچھی ہو اور طریقہ بھی اچھا ہو۔

اچھی نیت: یعنی اخلاص

اور اچھا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

لقد کان لکم فی رسولِ اللہ اسوۃ حسنہ

❖ آیت 7

یعنی اس پر ایمان نہیں لاتے اس کو مانتے نہیں کہ موت کے بعد اٹھائے جائیں گے.

آیت 8 جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے جس کو وہ دور سمجھتے تھے وہ ان کے سر پر مسلط ہو جائے گی.

❖ آیت 9

اگر ہم کسی انسان کو رحمت کا مزہ چکھائیں اور پھر وہ اس سے چھین لیں یعنی اچھے حالات کے بعد تکلیف دہ حالات آجائیں تو وہ مایوس ہو کر ناشکری کرنے لگتا ہے۔

یہ انسان کا حال ہے۔ کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہو۔Why me

❖ آیت 10

یعنی بجائے اس کے کہ شکر ادا کرے وہ تکبر کرنے لگتا ہے.

توانسان کا حال کیاہے کہ زیادہ تر وہ ناشکری ہی کرتا ہے۔

تکلیف میں بھی ناشکری اور خوشحالی میں بھی ناشکری۔

حالانکہ انسان کی زندگی میں دن اور رات آتے رہتے ہیں۔ ہر انسان کی زندگی میں۔

یوسف علیہ السلام کو دیکھیں کہ کس طرح وہ باپ کی آنکھوں کا تارہ تھے ان کو محبت نصیب ہوئی لیکن اسکے بعد ان کی زندگی میں کیا آیا۔

بھائیوں نے انھیں کنوئیں میں ڈال دیا۔تکلیف دہ حالات پیدا ہوگئے لیکن پھر اسکے بعد کیاہوا کنوئیں سے نکل کر عزیز مصر کے ہاں پہنچ گئے۔ خوشحالی آگئی۔

پھر کیاہوا وہاں بھی آزمائش آگئی عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے، وہاں سے جیل خانے میں پہنچا دیئے گئے۔

پھر کیاہوا تکلیف کے بعد پھر آسانی آئی اور جیل خانے سے نکال کے مصر کے تخت پر بٹھا دیے گئے۔

توان واقعات میں ہمارے لئے سبق ہے کہ کس طرح زندگی میں رات بھی آتی ہے اور دن بھی آتا ہے۔

جب اچھے حالات ہوں تو یہ نہ سمجھیں کہ یہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا شکر ادا کرتے رہیں، اللہ کے قریب رہیں اللہ کی عبادت کرتے رہیں اور پھر اگر اچھے حالات کے بعد تکلیف دہ حالات آئیں تو پھر بھی صبر کے ساتھ خوشحالی کا انتظار کریں اور ناشکری نہ کریں۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے رہیں۔

❖ آیت 11

اجر کبیر ہے جنت الفردوس ہے ان کے لئے جو صبر کر کے اچھے عمل کرتے رہیں ۔

جو لوگ تکلیف دہ حالات میں بھی شکر گزار رہیں یعنی بیمار ہیں، بھوکے ہیں، کسی ذہنی اذیت پریشانی میں ہیں تو جب ان سے ان کا حال پوچھا جاتا ہے تو وہ یہ نہیں کہتے کہ کوئی حال نہیں۔

وہ کہتے ہیں الحمدللہ اللہ کا شکر ہے جس حال میں رکھے۔

تو ایمان والے، صبر والے، نیک عمل کرنے والے بداخلاقی سے اور ایسی باتوں سے پاک ہوتے ہیں، وہ ہر حال میں اللہ سے اچھی امیدیں رکھتے ہیں۔

تو یہاں پر آپ دیکھئے

صبر کا لفظ استعمال ہوا ہے جو نئے معنوں میں ہے اور وہ کیا ہے؟

مصیبتوں کے چھوٹ جانے کا انتظار کرنا کہ یہ دن بھی گزر جائیں گے This shall too pass

. یہ وقت بھی نکل جائے گا۔ جیسے اچھے دن نکل گئے یہ بھی نکل جائیں گے اور اس کے بعد آسانی ہو جائے گی۔

❖ آیت12

نبی ﷺ جو تمام انسانوں سے زیادہ صبر اور حوصلے والے تھے تو ان پر بھی بعض اوقات ایسی گھبراہٹ طاری ہوتی تھی جو کسی ایک عام انسان پر ہوتی ہے کہ جو اپنے حالات سے پریشان ہونے لگتا ہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو آپ کا مقام یاد دلا رہے ہیں اور آپ کو کانفیڈینس دے رہیں کہ

آپ فکر نہ کریں آپ کے پاس مادی وسائل کی کثرت نہیں۔

آپ کو اللہ نے جو مقام دیا ہے اسکی بناء پر آپ اپنا کام کرتے چلے جائیں۔

اللہ نے آپ کو جس چیز کے لیے چنا ہے اس پر نظر رکھیں۔

ہمارے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم irrelevant چیزوں کی طرف زیادہ توجہ دینے لگتے ہیں، چونکہ ہمارے حالات ایسے ہیں، چونکہ میرے ساتھ کوئی سپورٹ نہیں ہے، میرے گھر کے حالات اچھے نہیں ہیں تو میں دین کا کام کیسے کروں؟

نہیں اللہ نے اگر آپ کو دین کا علم دے دیا، اللہ نے آپ کو یہ راہ دکھادی، اس کام کیلئے چن لیا تو اس کو اپنے لئے بہت بڑا آنر سمجھیں، اس پر فوکس کریں اور باقی چیزیں اللہ کے سپرد کردیں وہ take care کرے گا اور ان کو درست کردے گا۔

❖ آیت13

سبحان اللہ یہ قرآن اللہ کے علم سے اتارا گیا اور یہ کہ اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔

یہ قرآن کی اصل دعوت ہے کہ لوگ اس کی عبادت کی طرف آئیں۔

❖ آیت15

یعنی جو وہ نیکی کرتے ہیں، اچھا کرتے ہیں، دعائیں مانگتے ہیں بس وہ صرف دنیا ہی مانگتے ہیں تو ہم انکو دنیا دے دیتے ہیں اور وہ دنیا میں گھاٹے میں نہیں رہتے۔

جو آخرت کو بھول کر صرف دنیا میں فوکس کیے ہوئے ہیں پھر انھیں آخرت میں کچھ نہیں ملے گا۔

تو یہاں بنیادی طور پر ریاکاروں کے بارے میں بات کی گئی ہے کہ جو اپنے نیک اعمال کو دکھاوے کیلئے کرتے ہیں اور لوگوں سے واہ واہ چاہتے ہیں اور شہرت حاصل کرنا چاہتے ہیں لوگوں کے اندر نیک بی بی کہلانا چاہتے ہیں کہ لوگ ہمیں بہت ایمان دار اور شریف سمجھیں تاکہ اس کی آڑ میں ہم مزید دنیا کے کچھ فائدے حاصل کر سکیں۔

کیونکہ دین والوں پر لوگوں کا ٹرسٹ ہوتا ہے تو بعض لوگ دین کی آڑ لے لیتے ہیں تاکہ لوگ ان پر ٹرسٹ کریں اور پھر اسکے پیچھے وہ اپنے مضموم نیتوں اور ارادوں کو پورا کرتے ہیں۔

تو ایسے لوگوں کے لیے سزا بتائی گئی ہے۔

❖ آیت17

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی فطرت سلیم ہوتی ہے۔

جو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل رکھتے ہیں یعنی ان کے اندر خیر ہوتی ہے۔ وہ بہت سا علم نہ رکھنے کے باوجود اپنے رب کو پہچانتے ہیں کائنات کی نشانیوں کے ذریعے۔ پھر ایسا ہوتا ہے کہ کبھی ان کا کتاب ہدایت سے انٹر ایکشن ہو جاتا ہے۔ اور کوئی ان کو اللہ کی کتاب یا آیات میں سے وہی چیز پڑھ کے بتاتا ہے اور پھر پچھلی کتابوں سے بھی رہنمائی اور گائیڈینس ان کو ملی ہوئی ہوتی ہے تو پھر وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور وہ شک میں نہیں رہتے لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو علم کے گہوارے میں پیدا ہوتے ہیں، پیغمبر ان کے درمیان میں ہوتے ہیں، ہر طرح کے دلائل موجود ہوتے ہیں پھر بھی وہ نہیں مانتے۔

تو ہمیں سوچنا چاہیئے کہ

حق آنے کے بعد ہمارا طرز عمل کیا ہوتا ہے؟

❖ آیت 18

رب پر جھوٹ باندھنا کیا ہے؟

شرک کرنا یا ان باتوں کو ان سے منسوب کرنا جو اس نے فرمائی ہی نہیں۔

❖ آیت 19

یعنی دین کے اندر نقص نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یصُدُّون کون ہیں؟

جو اپنے آپ کو بھی حق کی پیروی سے روکتے ہیں اور دوسروں کو بھی اِطاعت کرنے سے روکتے ہیں۔

دین کے اندر ٹیڑھا پن نکالتے ہیں اپنے خیال سے، اپنی ٹیڑھی عقل کے مطابق تاکہ لوگوں کو اللہ کی فرماں برداری سے روکا جا سکے۔

تو یاد رکھیے

دوسروں کو گمراہ کرنا انتہائی ظلم ہے اپنے اوپر بھی اور دوسروں پر بھی۔

❖ آیت 20-22

یعنی بھٹکانے والوں کو دُگنا عذاب ہوتا ہے۔ خود بھٹکنے کا بھی اور اوروں کو بھٹکانے کا بھی۔

آخرت میں جب عذاب سامنے آئے گا تو پھر یہ سب مکاریاں ختم ہو جائیں گی اس میں کوئی شک نہیں کہ آخرت میں یہی سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

❖ آیت 23

اخبطوا : تو اِخباط ہوتا ہے دل میں جمے ہوئے خوف کی وجہ سے جو خشیت پیدا ہوتی ہے.

یعنی Already اللہ سے ڈرتا ہے انسان لیکن کسی کسی وقت وہ چیز اوپر آجاتی ہے اور انسان کی آنکھیں بھی ڈبڈبانے لگتی ہیں اور انسان اپنے رب کے حضور جھک جاتا ہے اور اپنی کمزوری کا اظہار کرتے ہوئے اس سے دعائیں کرتا ہے.

یعنی ایک طرف وہ اکڑنے والے اور بہکانے والے لوگ ہیں تو دوسری طرف بالکل ان کے متضاد عاجزی اختیار کرنے والے لوگ۔

❖ آیت24

پھر کیا اس مثال سے تمھارے پلے کچھ نہیں پڑ تا یعنی تم کو بات سمجھ نہیں آتی؟

اور سمجھنے کی ضرورت کیا ہے؟ کہ ہم کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں؟

❖ آیت25-27

یعنی تمھارے Followers بڑے تھرڈ کلاس لوگ ہیں ان کے خیال میں، کیونکہ وہ غریب ہیں بہت زیادہ کوئی دنیاوی اسٹیٹس نہیں ہے۔

پیغمبر کا کام ہے لوگوں کو ہدایت کی دعوت دینا اور لوگوں ان کو دیکھ رہے ہیں کس نظر سے کہ

ان کے پاس مال و دولت کتنا ہے؟ ان کا جو سوشل سرکل کیسا ہے؟

کون لوگ ان کے followers ہیں؟ کتنے ریسورس فل ہیں؟

غیر متعلقہ چیزیں دیکھ رہے ہیں۔

کیونکہ پیغمبر سے ہدایت لینی چاہیے نہ کہ اس کی شان و شوکت اور اس کے ساتھ جو دنیا لگی ہوئی ہو وہ دیکھنا مطلوب ہو۔

اور یہی چیز کسی بھی داعی سے یعنی جب کوئی شخص دین کی دعوت دینے کے لیے آئے تو یہ نہیں دیکھنا چاہیئے کہ اس کے کپڑے کیسے ہیں؟ اور اس کا بیگ کیسا ہے۔؟

یہ دیکھنا چاہیے کہ

وہ بات کیا کر رہا ہے؟ کہاں سے کر رہا ہے؟ دلیل کیا ہے؟ اور وہ بات دل کو کتنی لگتی ہے؟

❖ آیت28

یعنی میرے دلائل کو دیکھو اور میرے مقام اور مرتبہ کو دیکھو کہ اللہ نے نبوت عطا کی ہے۔

❖ آیت29

ایمان والوں کا درجہ خواہ انسانوں کی نظر میں حقیر ہی کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی نظر میں وہ بڑے عظیم ہوتے ہیں۔

بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا جو مقام تھا وہ قارون کا نہیں تھا اگرچہ قارون بیشمار خزانے رکھتا تھا لیکن اسکی دولت اسکے کسی کام نہ آئی اور بلال کو موذن مقرر کیا گیا۔

اور عمر رضی اللہ انہیں سیدنا کہہ کر پکارتے حالانکہ وہ غلامی سے آزاد کیے گئے تھے تو یہ اسٹیٹس انکو کس نے دیا؟ دین نے دیا۔

تو دین انسانوں کی قدر ان کے ایمان کی وجہ سے کرتا ہے۔

تو کبھی بھی یہ نہ دیکھیں کہ آپ کے پاس دنیا کی دولت نہیں ہے یا کوئی مقام نہیں ہے یا کوئی آپ کو پوچھتا نہیں۔

یہ دیکھیں

اللہ کی نظر میں، مالک کائنات کی نظر میں آپ کا مقام کیا ہے۔

ساری دنیا بھی مل کر آپ کو بڑا مان لے اور اللہ کی نگاہ میں مچھر کے پر برابر بھی کوئی مقام نہیں تو خسارہ ہی خسارہ ہے۔

بعض لوگ دنیا کے بڑی پہچان رکھتے ہیں اپنے آپ کو بڑا اسمارٹ سمجھتے ہیں۔

لیکن اللہ کی نظر میں وہ جاہل ہیں جو حقیقت کو نہ سمجھے کہ انجام کس کا اچھا ہے۔

❖ آیت 30

یعنی یہ تو اللہ کے پیارے ہیں اگر میں نے انکو دھتکار دیا تو میرا کیا بنے گا یعنی تمھیں خوش کرتے کرتے۔

تو یاد رکھیے کہ

لوگوں کی قدر ان کے دین، ایمان اور تقویٰ کی وجہ سے کریں چاہے ان کا دنیاوی مقام کچھ بھی نہ ہو۔ ان کو دین کی وجہ سے عزت دیں۔

اور دین کی وجہ سے عزت وہی دیتا ہے جس کے اپنے اندر دین ہو۔ جس کے اپنے اندر اللہ کی محبت ہو تو وہ اللہ سے محبت کرنے والوں سے لازماً محبت کرتا ہے۔ جو خود دین کی ترقی چاہتا ہو تو وہ دین کیلئے چھوٹا سا کام کرنے والوں سے بھی محبت رکھتا ہے کہ یہ بھی اسی منزل کے مسافر ہیں جس طرف میں جا رہا ہوں۔

❖ آیت 31

یعنی کھل کر بتا دیا کہ میرا مقصود دنیا نہیں ہے۔

اور نہ ہی میں دنیاوی اعتبار سے بڑا انسان بن کر تمھارے سامنے آنا چاہتا ہوں۔

تو داعی دین کو پوری طرح کانفیڈنٹ ہونا چاہیئے کہ جو وہ پیش کر رہا ہے وہ سب سے بڑا سچ اور حق ہے۔

اور اس کو ان مادی اور کمزور سہاروں کی ضرورت نہیں۔

ایک دین کی تبلیغ کرنے والے کو اپنے اخلاق پر، ایمان پر، اپنی عبادات پر توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ چیزیں اسکو مضبوط کرتی ہیں۔

مال و دولت سیکنڈری چیز ہے۔ ظاہری وسائل اور چمک دمک سیکنڈری چیز ہے۔

لیکن افسوس کے ساتھ دین کا کام کرنے والے بھی ظاہریت پر بہت آجاتے ہیں۔ اوپر اوپر کی چیزوں کو بہت دیکھتے ہیں اندر سے اپنے رب کے سامنے نہیں گڑگڑاتے تو پھر ترقی نہیں ہوتی۔

❖ آیت 33-34

عذاب آگیا تو ٹالے ٹل نہ سکے گا۔

اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اللہ گمراہ کرتا ہے تو پھر بندہ کیا کرے؟

تو بات وہی تقدیر کا مسئلہ ہی ہے جب بھی ایسا خیال ذہن میں آئے تو سوچئے کہ

اللہ ظالم نہیں کہ کسی کو ہدایت سے پکڑ کر روک دے۔

اللہ علیم اور حکیم ہے اسکے ہر فیصلے میں حکمت ہے پیچھے۔ ہمیں نہ پتہ ہو تو ہم جاہل ہیں۔ تو اپنی جہالت کی وجہ سے اللہ کے بارے میں غلط گمان نہ کریں۔

❖ آیت37

ان ظالموں کے بارے میں مجھ سے گفتگو نہ کرنا، یعنی سفارش نہ کرنا یہ سب غرق ہونے والے ہیں۔

آیت 38: پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا اگر کوئی ہمارا اڑالے تو ہم کیا چیز ہیں۔

یادرکھیے

دین کے راستے میں اکثر انبیاء کا مذاق اڑایا گیا۔

نوح علیہ السلام کو کیا کہتے تھے کہ پہلے تو تم نے نبوت کا دعوی کیا اور اب تو تم کشتی بنا رہے ہو۔ بڑھئی بھی بن گئے ہو۔

سب سے زیادہ سخت آزمائشیں، ہر قسم کی آزمائشیں انبیاء پر آتی ہیں پھر جو ان سے قریب تر لوگ ہوتے ہیں لیکن انبیاء علیہ السلام ہمیشہ دین کے رستے میں تکلیفیں برداشت کرتے رہتے ہیں اور کبھی بھی اپنا کام نہیں چھوڑتے۔

اور ہمیں بھی چاہیے کہ لوگوں کی طرف سے آئی ہوئی اذیتوں کو نظر انداز کر کے اپنا کام کرتے چلے جائیں۔

✷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وہ مومن جو لوگوں میں مل جل کے رہتا ہے اور ان کی اذیتوں پر صبر کرتا ہے، اجر کے لحاظ سے اس مومن سے بہتر ہے، جو لوگوں میں مل جل کے نہیں رہتا اور ان کی اذیتوں پر صبر نہیں کرتا (یعنی سب سے بائیکاٹ کر کے ایک طرف بیٹھا رہتا ہے۔ اس میں کوئی خیر نہیں خیر نہیں۔ خیر کس میں ہے؟ جو لوگوں سے ملے جلے۔ کسی کی کوئی بات اچھی نہیں لگتی کسی سے کچھ بو آتی ہے، کوئی آپ کو مس انڈراسٹینڈ کر رہا ہوتا ہے، کوئی آپ کو الزام دے رہا ہوتا ہے، کوئی آپ کی مشن کو نقصان پہنچا رہا ہوتا ہے، کسی کے دھوکے اور دوغلے پن کا آپ کو اچھی طرح پتا ہوتا ہے لیکن آپ انکو چھوڑ نہیں دیتے آپ خیر خواہی اور اصلاح کا کام جاری رکھتے ہیں کیونکہ آپ کو اللہ سے اجر چاہیے ان لوگوں سے کوئی مطلب نہیں، ان سے کسی صلہ کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔)

تو داعی دین آخری دم تک، جیسے رسول نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری دم تک لوگوں کے خیر خواہ رہے تو کیا ہوا؟

ابوسفیان مسلمان ہو گئے،

عکرمہ جو ابوجہل کے بیٹے تھے وہ مسلمان ہو گئے،

ولید بن مغیرہ کے بیٹا خالد بن ولید مسلمان ہو گئے۔

یہ ایک طویل صبر کے نتیجے میں کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔

اس لیے جو شخص دین کی طرف بلائے اسے صبر سے کام لینا چاہیے اور کام کرتے چلے جانا چاہیے۔

اور ہر طرح کی باتوں اور لوگوں کے مذاق اڑانے اور اذیتوں سے اوپر اٹھ جانا چاہیے۔

انھیں اگنور کر دینا چاہیئے، اعراض برتنا چاہیئے۔

❖ آیت40

تنُّور سے مراد بعض مفسرین نے ایک خاص جگہ لی ہے

لیکن عمومی رائے یہی ہے کہ زمین نے پانی اگلنا شروع کر دیا۔

کہاجاتاہے کہ 80لوگ تھے یا اس سے بھی کم جو ایمان لائے، یہ 950سال کی کمائی تھی۔ اتنا طویل صبر۔

❖ آیت41

بِسۡمِ ٱللَّهِ مَجۡرٜىٰهَا وَمُرۡسَىٰهَآۚ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٞ رَّحِيمٞ

تو کشتی میں سوار ہوتے ہوئے،

گاڑی میں سوار ہوتے ہوئے،

گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھیں کیونکہ اللہ کا نام بابرکت ہے۔

رات کو بھی اسی طرح جب اپنے گھر کا دروازہ بند کریں تو بسم اللہ پڑھیں۔

بسم اللہ پڑھ کر لائٹ آف کریں۔

کبھی یاد رہا ہمیں اس وقت بس ٹک کر کے بند کر دیتے ہیں بسم اللہ پڑھنا بھول جاتے ہیں تو آج سے اپنی یہ عادت بھی ان شاء اللہ بنائیں۔

پھر اسی طرح بسم اللہ پڑھ کر چراغ بند کرو۔

بسم اللہ پڑھ کر پانی کا برتن ڈھانک دو۔

بسم اللہ پڑھ کر اپنے برتن ڈھانک دو یعنی رات کو برتن کھلے نہیں رہنے چاہیے کیونکہ سال کی ایک رات میں وبا اترتی ہے آسمان سے بیماری اترتی ہے اور جو کھلے برتن ہوتے ہیں اس میں گھس جاتی ہے اور پھر وہاں سے بندوں کو لگ جاتی ہے اس لیے

ہر چیز پر بسم اللہ۔

یعنی جس چیز میں آپ چاہیں کہ اللہ برکت ڈالے اسمیں بسم اللہ پڑھیں

بسم اللہ پڑھیں، اللہ کا نام لیتے ہوئے ان شاء اللہ خیر اور بھلائی ہی آئے گی۔

❖ آیت42

وہ کشتی لوگوں کو لیے چلے جا رہی تھی جب کہ ایک ایک موج پہاڑ کی طرح اٹھ رہی تھی اتنی اونچی۔

آیت 43: بیٹا بری صحبت کا شکار تھا اس کی دوستی منکرین کے ساتھ تھی دین کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ تھی تو آخر میں بھی وہ انہی کے ساتھ تھا۔

یاد رکھیے

دنیاوی اسباب خواہ کتنے ہی مضبوط کیوں نہ ہوں اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتے۔

موت کا وقت آئے اور انسان بند قلعوں میں کیوں نہ گھس جائے موت وہاں بھی پہنچ جائے گی۔

اصل پناہ اللہ کے پاس ہوتی ہے تو انسان کو کسی بھی شر سے بچنے کے لئے اللہ کا سہارا تھامنا چاہیے۔ اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

تو بیٹے نے باپ کی بات سننے کی بجائے ایک پیغمبر کی بات سننے کی بجائے پہاڑ کا سہارا لیا۔ کہ اس پر چڑھ جاؤں گا۔

❖ آیت 44

پھر کچھ عرصے بعد اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جب یہ سب ڈوب گئے۔

تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے زمین پانی نگل جاؤ اور نگلنا کیا ہوتا ہے یکدم۔ یہ نہیں تھا کہ بہت دن لگے آہستہ آہستہ رس رس کر نیچے گیا۔ سب ایک دم نگل لیا اس نے۔

اور اے آسمان! مزید پانی برسانے سے رک جا اور آہستہ آہستہ پانی خشک ہو گیا یعنی پانی اندر چلا گیا اور زمین خشک ہو گئی اور فیصلہ چکا دیا گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی اور کہا گیا کہ ظالم اللہ کی رحمت سے دور ہیں۔

❖ آیت 46

خون کے رشتے بھی تب ہی رشتے ہوتے ہیں جب ان میں ایمان ہو۔

اصل رشتہ ایمان کا رشتہ ہوتا ہے جہاں ایمان نہ ہو وہاں حسب نسب کا رشتہ بھی کٹ جاتا ہے۔

یہاں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ آپ کے اہل میں سے نہیں۔ حالانکہ بیٹا تھا لیکن کہا کہ تمہارا بیٹا نہیں۔ اس کے عمل اچھے نہیں تھے۔

تو یاد رکھیے

دنیا میں بھی اولاد تب ہی راحت کا باعث ہوتی ہے جب وہ نیکی کی طرف ہو اور آخرت میں بھی تب ہی ملاقات دوبارہ ہو گی جب وہ ایمان پر جائیں گے اس لئے ہماری **سب سے قیمتی متاع کیا ہے؟**

تربیت اولاد کے ذریعے بچوں کو اپنا ہمراہی بنانا، یہ دنیا اور آخرت میں اکٹھے رہیں۔

جو بچے دنیا میں دین پر ہوتے ہیں آپ دیکھیں تو ان کو والدین کا بہت احساس ہوتا ہے وہ ہر ہر موقع پر آپ کے کام آتے ہیں اور جن کو آپ نے دنیا کی محبت دے دی اور وہ اپنی دنیا میں لگ گئے انھیں آپ کی تکلیفوں کا بھی احساس نہیں ہوتا کہ آپ تنہا ہیں اور آپ کو ان کی ضرورت ہے، انھیں سمجھ بھی نہیں آتی۔

اور یہاں پر آپ دیکھیں کہ اس درخواست پر جو بیٹے کیلئے سفارش تھی اللہ تعالیٰ نے

نوح علیہ السلام کی سفارش قبول نہیں کی۔

تو یاد رکھیے کہ

انبیاء کی سفارش صرف اسکو کام آئے گی جو ایمان پر ہو گا کسی کافر کیلئے، کسی بدکار کیلئے سفارش کام نہیں آئیں گی۔

ہاں اگر ایمان تھا اور ساتھ برے عمل تھے تو پھر یہ کہ جہنم میں چلے گئے لوگ تو وہاں سے پیغمبر کی سفارش سے باہر نکل سکتے ہیں لیکن اگر ایمان ہی نہ رہا تو پھر کسی بھی طرح کا کوئی بھی بڑے سے بڑا کام نہ آئے گا۔

✷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بیشک قیامت کے دن متقی لوگ میرے دوست ہوں گے، اگرچہ وہ نسب میں قریب تر ہوں یا نہ ہوں۔

قیامت کا دن تقویٰ والے میرے قریب ہوں گے چاہے وہ میرے رشتے دار نہ بھی ہوں۔

تو اگر ہم رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہیں اور آپ کا ساتھ چاہتے ہیں آخرت میں تو اس کے لیے تقوی شرط ہے۔

❖ آیت47

نوح علیہ السلام نے کہا کہ یعنی مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔

---- **والا تغفرلی وترحمنی اکن من الخسرین**---- یہ ہوتے ہیں پیغمبر کتنی جلدی رب کی بات پر فوراً توبہ کرلی۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پسند نہیں آئی میری بات میں اس پر توبہ کرتا ہوں اور اگر تو نے معاف نہ کیا اور رحم نہ کیا تو نقصان ہی نقصان ہے۔

❖ آیت48

اشارہ ہے آئندہ آنے والی اقوام قوم عاد، قوم ثمود کی طرف جو نوح علیہ السلام ہی کی اولاد سے تھیں۔

آپ دیکھیں کہ کشتی پر صرف ایمان والے بچیں ہیں لیکن ایمان والوں کی نسلوں میں سے پھر کافر پیدا ہو گئے۔ پھر ان کو ڈبو دیا گیا اور پھر ایمان والے بچے۔ پھر ایمان والوں کی نسلوں میں دوسرے لوگ پیدا ہو گئے پھر انکو ختم کر دیا گیا اور ایمان والے بچے۔

يُخۡرِجُ ٱلۡحَيَّ مِنَ ٱلۡمَيِّتِ وَمُخۡرِجُ ٱلۡمَيِّتِ مِنَ ٱلۡحَيِّ(الانعام95)

تو یاد رکھیے کہ یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ کبھی ایمان والوں میں سے جو اولاد ہوتی ہے وہ کافر ہوتی اور کبھی باپ مسلمان نہیں لیکن اولاد مسلمان ہو جاتی ہے۔ اللہ کی شان ہے اللہ کو پتہ ہے ہدایت کس کو دینی ہے ہمیں تو مانگتے ہی رہنا چاہیے اور اس پے استقامت بھی اور دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔

❖ آیت49

یعنی نوح علیہ السلام کے تفصیلی واقعہ کا آپ ﷺ کو علم نہیں تھا۔

یہ وحی کے ذریعے ہم آپ کو سنا رہے ہیں لہذا آپ صبر کیجئے کیونکہ انجام پرہیز گاروں ہی کے حق میں ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کو یہ سارا واقعہ کیوں سنایا گیا تاکہ آپ پر جو مشکلات کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے ہیں ان میں آپ کو صبر آجائے کہ یہ مخالفتیں میری ہی نہیں ہو رہی ہیں مجھ سے پہلے پیغمبروں کی بھی ہوئی ہیں۔ اور ان پر اور بڑی آزمائشیں آئیں۔

نوح علیہ السلام 950 سال تک مخالفت سہتے رہے لیکن انجام کار ان کے حق میں بہتر ہی ہوا۔

❖ آیت50

وہی دعوت ہے جو نوح علیہ السلام نے دی تھی۔

تم نے تو محض جھوٹ گڑھ رکھے ہیں یعنی جن بتوں کی تم پوجا کرتے ہو انکی کوئی حقیقت نہیں۔

❖ آیت52

استغفار ہوتا ہے معافی طلب کرنا کہ اے اللہ ہمارے گناہ ڈھانپ دے۔

توبہ ہوتا ہے پلٹ آنا، گناہوں کو چھوڑ دینا۔

اس لیے استغفار اور توبہ جہاں ساتھ ساتھ آئیں تو یہ معنیٰ بنتا ہے۔ الگ الگ دونوں میں پھر توبہ کا معنیٰ یعنی گناہ چھوڑ دینا اور بخشش مانگنا آجاتا ہے۔

یادرکھیے:

توبہ اور استغفار رحمتوں اور برکتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔

سورۃ نوح میں بھی آتا ہے کہ

فَقُلْتُ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارًا

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا یقیناً میں نے کہا تھا کہ تم اپنے رب سے معافی مانگ لو وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔

یادرکھیے

دنیا کے معاملات میں بھی جہاں انسان کو تنگی ہو، کوئی پریشانی ہو وہاں استغفار کرنی چاہیئے تا کہ رکاوٹیں دور ہوں، رحمتیں برسیں۔

بعض لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں بچے نہیں ہیں تو ان کو استغفار پڑھنا چاہیئے۔

اور ہم نے استغفار کی ساری دعائیں ایک کارڈ میں جمع کر دی ہیں سہولت کیلیئے کہ انسان کو بہت دماغ پر زور نہیں دینا پڑ تا کارڈ کھولے انسان اور پڑھنا شروع کر دے۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو آدمی یہ بات پسند کرتا ہو کہ اسکا نامہ اعمال اسکو خوش کر دے تو اسے چاہیئے کہ استغفار کی کثرت کر دے۔

ہم سب چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن اپنے اعمال کی کتاب دیکھیں تو دیکھ کر خوش ہو جائیں۔ تو وہ اس وقت ہو گی جب استغفار زیادہ ہو گا۔ کیونکہ استغفار سے مزید نیکیاں بھی لکھی جائیں گی اور جو گناہ ہوں گے وہ مٹا دیئے جائیں گے۔ تو صرف اچھائیاں ہی اچھائیاں آپ کے سامنے آئیں گی۔

❖ آیت55

سبحان اللہ اتنے بے خوف ہوتے ہیں پیغمبر۔

اتنا یقین اور ایمان ہوتا ہے انھیں اپنی سچائی پر کہ وہ لوگوں کی دھمکیوں سے ڈرتے بھی نہیں ہیں۔

ہم تو اللہ کے راستے میں چھوٹی سی بات بھی نہیں سن سکتے اگر ہم نے کوئی اچھی بات کہہ دی اور ذرا کسی نے مخالفت کی تو ہم اپنا ورجن ہی بدل لیتے ہیں ایکسکیوزز کرنے لگتے ہیں فوراً معذرتوں پر اتر آتے ہیں کہ نہیں نہیں وہ غلطی سے بات ہو گئی تھی۔

حالانکہ حکم کیا ہے؟ سچائی تو سچائی ہے۔ سچائی کو بیان کرنا چاہیئے تاکہ لوگ مشکل سے بچیں لیکن اس کے لئے بڑا حوصلہ چاہیئے ہوتا ہے۔

❖ آیت56

سب اسکے کنٹرول میں ہے وہ چھوڑے گا تو ہی کوئی کسی کو نقصان دے سکے گا اگر وہ اذن نہ دے کسی کو نقصان دینے کا تو کوئی نہیں دے سکتا۔

کیا توکل ہے پیغمبروں کا۔

اسی لئے وہ اتنے بہادر ہوتے ہیں اور اسی لئے وہ ساری مخالفتوں کا مقابلہ کر لیتے ہیں۔

تو ہمیں بھی اللہ سے توکل مانگنا چاہیئے۔ توکل ایمان کا حصہ ہے۔ توکل کے بغیر ایمان کمزور ہے۔ ضعیف ہے۔

❖ آیت58

یاد رکھیے

نیک اعمال کے باوجود اللہ کی رحمت ہی نجات کا باعث ہوتی ہے۔

پیغمبر نے اپنا کام کر لیا لیکن نجات کیسے ہوئی برحمۃ منا۔۔ اللہ کی رحمت سے۔

آپ کتنی بھی محنت کریں کسی پراجیکٹ میں اور اس میں کامیابی حاصل ہو جائے

تو آپ سوچئے کہ

یہ میرے رب کا فضل تھا۔ کیونکہ بہت دفعہ ہم کوششیں کرتے ہیں، چاہے نیک کام کی کوششیں کریں، بارآور نہیں ہوتیں۔

اللہ کا فضل ہوتا ہے رحمت ہوتی ہے تو کام اپنے نتیجے کو پہنچتے ہیں۔

❖ آیت59

یعنی پیغمبر کی بات چھوڑ کے اس کو ہلکا سمجھا اور سرکشوں کے پیچھے چلے رہے۔

تو جو کوئی اپنے رب کا انکار کرے اسکے لئے پھر ایک وقت کے بعد زندہ رہنے کا عیش و عشرت کرنے کا کوئی حق نہیں رہتا۔ پھر وہ اپنے منطقی انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

❖ آیت61

یہاں آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر پیغمبر کو قوم کا بھائی بتایا گیا۔ بھائی خیر خواہ ہوتا ہے اور انہی کے اندر سے ہوتا ہے۔ اس لیے انھیں مانوس کرنے کے لیے پیغمبروں کو قوم کا بھائی بتایا گیا۔

ہر پیغمبر نے یہی دعوت دی ہے کہ لوگوں اللہ کی عبادت کرو اللہ سے جڑ جاؤ، جس کے سوا تمھارا کوئی الہ نہیں۔

ان ربی قریب مجیب۔ یہ 2 صفات بھی اللہ تعالی کی بڑا حوصلہ دیتی ہیں۔

بندوں سے جب کوئی کام ہوان سے کوئی کام نکلوانا ہو تو انتظار کرنا پڑتا ہے ان کے پاس جانا پڑتا ہے میسج بھی چھوڑ دیتے انتظار کرنا پڑتا کہ کب سنیں گے سن لیں گے تو کیا ایکشن لینے کے قابل ہوگے یا نہیں ہماری مدد کریں گے یا نہیں

لیکن اللہ سبحانہ وتعالی قریب ہے اور مجیب کا مطلب ہے جو مانگتا ہے انسان کو دے بھی دیتا ہے اس کو تو صرف کن کہنا ہوتا ہے اس لیے انسان کو کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے جب کبھی اداسی ہو پریشانی ہو دل پہ کوئی بوجھ ہو تو دعا مانگ کر کہا کریں ان ربی قریب مجیب۔ میرا رب قریب بھی ہے مجیب بھی ہے کیونکہ اس طرح اللہ کے ناموں کے ساتھ جب انسان اللہ کو پکارتا ہے تو اللہ کی رحمت آتی ہے۔

یاد رکھیے

خاص طور پر رات کے آخری تہائی حصے میں رب بہت قریب ہوتا ہے۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا:

بندہ تمام اوقات سے زیادہ پچھلی رات میں رب کے قریب ہوتا ہے سحری کے وقت۔ پس اگر ہو سکے تم سے تو اس گھڑی میں اللہ کو یاد کرنے والوں میں سے بن جاؤ(یعنی اپنے اوپر لازم کر لو کہ رات کے آخری تہائی حصے میں اس کو پکارو)۔

❖ آیت62

وہ کہنے لگے صالح اس سے پہلے تو تو ہماری امیدوں کا سہارا تھا کہ تم تو بڑے brilliant انسان تھے۔

یہ نہ ماننے کے ہیں اور نہ چھوڑنے کے، حق جب سامنے آتا ہے تو انسان کا دل اس کو سمجھ رہا ہوتا ہے کہ یہ حق ہے اور پھر انسان اپنی خواہشات کی بنا پر اس کا انکار کرتا ہے تو پھر یہی بے چینی لاحق ہو جاتی ہے۔

مثلاً کوئی ضرورت مند ہے اس نے آپ سے مانگا اور آپ کے پاس دینے کیلئے تھا بھی لیکن آپ نے نہیں دیا تو دل کی کیفیت کیا ہوتی ہے پہلے والا اطمینان تو نہیں ہوتا۔ ایک ملامت کی کیفیت ہوتی ہے، اضطراب کی کیفیت ہوتی ہے۔

تو انسان کو بہت سے مسائل میں مفتی فتوی دے بھی دیتے ہیں پھر بھی دیکھنا چاہیے کہ ضمیر کیا فتویٰ دیتا ہے۔ اندر کیا کہتا ہے کیونکہ مفتی آپ کے سارے حالات کو نہیں جانتے ہوتے آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ آپ کی پوزیشن کیا ہے اور آپ کو کیا کرنا چاہیے۔

اِستَفتِ قلبَك ولو أفتاك الناس

دل سے فتویٰ لو خواہ لوگ تمہیں فتویٰ دے بھی دیں۔ یعنی وہ کرو جس سے تم اللہ کو راضی کر سکو۔

❖ آیت64

یعنی اس طرح کے مشورے دے کر مجھے خسارے کی طرف لے جا رہے ہو۔

اور اے قوم یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمھارے لئے ایک معجزہ ہے کیونکہ وہ ایک چٹان سے برآمد ہوئی تھی، نارمل طریقے سے بچہ پیدا نہیں ہوا تھا ساری قوم نے دیکھا تھا کہ وہ کہاں سے آگئی ہے۔

❖ آیت 65

یعنی پہلے سے اب انکو انجام بتادیا گیا کہ شاید اب بھی توبہ کرلیں۔ اب آپ دیکھیں کہ یہاں پر کونچیں تو ایک شخص نے کاٹی تھیں لیکن ساری قوم کو اس میں الزام دیا گیا کیوں؟ کیونکہ وہ سب دل سے ساتھ تھے۔

تو بہت سی چیزوں میں نیت کے ساتھ فیصلہ ہوتا ہے چاہے اوپر سے آپ کا عمل کچھ بھی ہو لیکن دیکھا یہ جاتا ہے کہ دل میں کیا تھا؟

یہاں ساری قوم یہی چاہتی تھی کہ اونٹنی کو ختم کیا جائے وہ سارا ہمارا پانی پی جاتی ہے اور ہمارے لیے ایک عذاب ہوگئی ہے کیونکہ انھوں نے خود ہی مانگی تھی اب وہ ان کے لیے آزمائش ہوگئی پیغمبر نے منع بھی کیا لیکن وہ باز نہیں آئے۔ تو جب ایک بندے نے غلط کام کیا اور سب نے اسکی تائید کی تو سب ہی مجرم قرار پائے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو خود قتل نہیں کرتا صرف اس کو مشورہ دیتا ہے یا اشارہ سے کہتا کہ کرو اسکو قتل تو وہ بھی قاتل قرار پاتا ہے۔

تو بعض مجرمانہ کام ایسے ہوتے ہیں کہ جس میں انسان کو نہ دل سے ساتھ دینا چاہیئے، نہ زبان سے، نہ اشارے سے اور ظلم کا ساتھ تو کبھی نہیں دینا چاہیئے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے گھروں کے اندر ہی ظلم ہو رہا ہوتا ہے اور چونکہ آپ کچھ خاص لوگوں کے ساتھ فیورٹ ازم کر رہے ہوتے اور آپ ان کی غلط باتوں کو بھی جسٹیفائی کرتے ہیں صحیح قرار دیتے ہیں تو اس میں اگر مظلوم کی حمایت نہیں کرسکتے اور ظالم کو برا نہیں کہہ سکتے تو کم از کم ساتھ نہ دیں، خاموشی اختیار کریں اور دل سے تو برا جانیں۔

کیونکہ برائی کو دل سے برا جاننا ایمان کا سب سے آخری درجہ ہے۔

❖ آیت 67

جیسے پرندے گرتے ہیں مر کے۔

ایسے ہی اس زلزلے سے یہ سب اوندھے منہ جا گرے جیسے وہ وہاں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے حالانکہ بڑی شان و شوکت کی زندگی بسر کر رہے تھے لیکن ایک آواز نے اور ایک زلزلے نے انکی ساری شان و شوکت ختم کردی۔

❖ آیت 69

اسحاق علیہ السلام کی وِلادت کی خوشخبری لے کر آئے۔

مہمان سے پوچھا نہیں جاتا کچھ کھاؤ گے انھوں نے پوچھا نہیں کہ تم کون ہو کس مقصد سے آئے ہو کیا ہے؟ انھیں بٹھایا اور فوراً جا کر بہت سا کھانا لے آئے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم صرف ایک کپ میں کسی کو ایک چیز بنا کر پیش کر رہے ہوتے ہیں ٹھیک ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے لیکن اگر مہمان دور سے آئے ہوں اجنبی ہوں تو کھانے پر انکا حق ہوتا ہے اور کھانے میں زیادہ کھانے کا حیثیت کے مطابق اہتمام کرنا چاہیئے۔

سب سے پہلے مہمان نواز جو بہترین مہمان نواز تھے جن کی قرآن میں تعریف کی گئی وہ ابراہیم علیہ السلام تھے۔ وہ اللہ کے دوست تھے اور یہ بہت بڑی خوبی ہوتی ہے جس کی اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو بہت توفیق دیتا ہے۔

یہاں پر انہوں نے فورا مہمان نوازی کی لیکن اس مہمان نوازی میں تکلفات سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ مہمان پر بھاری گزرتی ہے۔

بہت سی تھوڑی تھوڑی چیزوں کے بجائے ایک زیادہ اچھی چیز پیش کرنی چاہیے، یہ بھی ہو وہ بھی ہو، اپنا بھی کام بڑھتا ہے اور دوسرے کا بھی بڑھتا ہے، دوسرے کا بھی پیٹ خراب ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک پورا بچھڑا رکھا

تو اس لیے مہمانداری کے بھی کچھ اسلامی اصول اور تقاضے ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ جس سے ہم مہمان کی خدمت کرتے ہوئے خوشی محسوس کریں گے نہ کہ ایک بوجھ۔

✷ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابراہیم علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے اہتمام سے مہمانوں کی مہمان نوازی کی۔

مہمان نوازی ایمان کا حصہ ہے۔

✷ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ خوب خدمت اور خاطر مدارت ایک دن اور رات ہے۔ مہمانی 3 دن ہوتی ہے اس کے بعد جو کیا جائے وہ صدقہ ہے (یہ نہیں کہ وہ کوئی فقیر مسکین انسان ہے تو صدقہ، صدقہ کا تصور بڑا وسیع ہے ہمارے دین میں کہ نیکی کے جس بھی کام میں آپ لگاتے ہیں چاہے مہمان کو کھلاتے ہیں اللہ کی رضا کیلئے تو وہ بھی صدقہ شمار ہو جاتا ہے۔)

تم سے ملنے آنے والے مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔

✷ آپ ﷺ نے فرمایا:

اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو مہمان نوازی نہیں کرتا۔

✷ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

کوئی آدمی مہمان کے لیے اپنی استطاعت سے بڑھ کر تکلف نہ کرے۔ (یہ نہ ہو کہ قرضہ لے کر مہمان نوازی کرتا پھرے)۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا ہمیں تکلف اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

جیسے قرآن مجید میں آتا ہے وما انا من المتکلفین۔

❖ آیت 70

پھر جب دیکھا کہ مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو مشتبہ سمجھا کہ یہ تو کوئی مشکوک معاملہ ہے یہ کوئی اچھے ارادے سے نہیں آئے کیونکہ جو مہمان پانی نہ پیے، کھانا نہ کھائے، اور مہمانی قبول کرنے سے انکار کر دے پھر وہ اچھے ارادے سے تو نہیں آیا ہوتا تو یہی شک ان کو بھی پڑا اور دل میں خوف محسوس کرنے لگے کہ یہ کیا ماجرہ ہے یہ کچھ کھا نہیں رہے ہیں۔

تو یہ صورتحال دیکھ کر فرشتے کہنے لگے کہ ڈرو نہیں۔ ہم لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں ہم ایک مشن پر آئے ہیں اور راستے میں تمہیں بھی ایک خوشخبری دینے کے لیے آئے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے پاس کھڑی تھی انہیں وہ بھی مہمان داری میں شوہر کی مدد کر رہی تھیں تو ہم نے اسے اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دی اور اس کے بعد یعقوب علیہ السلام کی بھی۔

یعنی ٹینشن ختم ہوئی کہ برے ارادے سے نہیں آئے تو جب انھوں نے بتایا کہ ہم کہیں اور جانے والے ہیں تو وہ ریلکس ہو گئیں اور فرشتوں نے بچے کی خوشخبری دی

حضرت سارا کی عمر بھی بہت زیادہ تھی بعض روایات میں 80 یا 90 سال بتائی جاتی ہے اور ابراہیم علیہ السلام کی سو سالہ۔

یہ انتہائی بڑھاپے کی عمر کو پہنچے ہوئے تھے۔

یہ بھی اللہ کا بڑا فضل ہوتا ہے کچھ لوگ انتہائی بڑھاپے کی عمر کو پہنچ کے بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔

آج ہی مجھے کوئی بتا رہا تھا کہ ہماری بہن کی والدہ ہیں سو سال کے قریب ان کی عمر ہے اور مغرب کی نماز کل انہوں نے کھڑے ہو کر پڑھی۔

اور ہم جوان لوگ بیٹھ بیٹھ کے نماز پڑھ رہے ہوتے۔ تو یہ اللہ کی توفیق ہوتی ہے جس کو چاہے دے اور یہ توفیق مانگا کریں اور رو کر مانگا کریں۔

ہم رو کر صرف دنیا مانگتے ہیں۔ رو کر اچھی عبادت کی توفیق مانگا کریں۔

اَللّٰھُمَّ أَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اے اللہ! تیرا ذکر کرنے، شکر کرنے اور بہترین انداز میں تیری عبادت کرنے میں میری مدد فرما

یہ عبادت کا مہینہ ہے تو کثرت کے ساتھ اللہ کی اچھی عبادت کی دعا کریں

ابھی سے کیونکہ راتیں چھوٹی ہیں دن لمبے ہیں، کام زیادہ وقت کم، تو برکت کی دعا مانگیں اور توفیق مانگیں کہ

یا اللہ سارا قیام کروانا، کچھ نہ چھٹے، یکسوئی سے ہو، خشوع سے ہو، اس طرح کی دعا مانگا کریں۔

اللہ روزے کا پتہ ہی نہ چلے اور قرآن زیادہ سے زیادہ اس کے ساتھ میرا رابطہ ہو،

زیادہ سے زیادہ صدقہ کی توفیق دینا کہ جتنی بھی نیکیاں آپ سوچ سکتے ہیں وہ صرف سوچ کر نہ رہ جائیں کہ پلاننگ میں نے کر لی ہے نمبرنگ کر لی ہے کہ یہ بھی کروں گا یہ بھی یہ بھی۔

نہیں توفیق مانگیں۔ آپ جتنی چاہیں پلاننگ کریں۔ جب تک اللہ کی دی ہوئی توفیق نہ ہو، تو کام ہوتے نہیں ہیں اور پھر آپ بعد میں Guilt کا شکار ہوتے ہیں شاید میں نے unrealistic Goal سیٹ کر لیے تھے۔ نہیں unrealistic Goal نہیں ہوتے بعض لوگ انہیں گول accomplish بھی کر جاتے ہیں۔

تو یہ Sense of achievement ہوتی ہے یہ انسان کو آگے بڑھاتی ہے تو اللہ سے توفیق مانگیں، کام کریں اس سے اور ہمت بڑھے گی اور حوصلہ بڑھے گا اور نیکیوں میں آگے بڑھتے چلے جائیں گے، ہمت نہ ہاریں ایسے لوگوں کی باتوں میں کوئی دھیان نہ دیں جو اپنے مسئلے مسائل بتاتے رہیں گے عبادت نہیں ہوتی یہ نہیں ہوتا وہ نہیں ہوتا، سنی ان سنی کر دیں کیونکہ انسان دوسروں کی باتوں سے، پروپیگنڈے سے متاثر بھی ہو جاتا ہے۔

تو ان لوگوں کو اپنی مثال بنائیں جو آپ سے آگے ہیں عبادات میں۔

اللہ سبحانہ وتعالی جسے چاہے بڑھاپے میں اولاد دے سکتا ہے اسکے لئے کیا مشکل ہے اور ہمت بھی دے دیتا ہے ایک بوڑھی عورت بچہ پیدا کرے یہ ہمت کی بات ہے اس زمانے میں تو C section بھی نہیں ہوتے تھے۔ Natural Birth تھی۔

❖ آیت72-75

فرشتے کہنے لگے کیا تم اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہو اس پر حیرت زدہ ہو۔

اے اہل بیت نبوت تم پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو بلاشبہ وہ بڑا قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے۔

جب ان سے خوف دور ہو گیا اور اسے خوشخبری مل گئی تو وہ قوم لوط کے بارے میں ہم سے جھگڑنے لگے۔ اللہ اکبر کس درجے کی خیر خواہی تھی اور کیسا غم تھا لوگوں کا ابراہیم علیہ السلام کے دل میں۔

بیک وقت دو طرح کی خبریں ہیں۔ ایک اچھی خبر ہے اور ایک بری خبر ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اچھی خبر کو اچھے طریقے سے قبول کر کے پھر دوسری بات کی فکر کرنے لگتے ہیں۔

ہم ہوں ایسے موقع پر تو کیا کریں؟ لوگ جائیں جہنم میں۔ ہم تو اس وقت اپنی پارٹی کرنی چاہیے بہت بڑی خوشی کی خبر ملی ہے۔

ایک حساس مسلمان دوسرے مسلمانوں کو یا دوسرے انسانوں کو حتی کہ یہ تو مسلمان بھی نہیں تھے انسانوں کے اوپر آنے والی تکلیف کا احساس کر کے اللہ تعالی سے جھگڑ رہے ہیں۔

جھگڑا کیا تھا؟

نہیں ان کو اور مہلت دے اور ہدایت دے۔

ابراہیم علیہ السلام ہر چیز میں اللہ کی طرف پلٹتے تھے، کیسی خیر خواہی ہے، ایسے ہی لوگوں کو اللہ چن لیتا ہے۔

وہ اپنے مخالفین کے لیے، منکرین کے لیے بد دعائیں نہیں کرتے، وہ ان کے لیے آخری وقت تک خیر ہی چاہتے ہیں۔

تو حلیم وہ شخص ہوتا ہے جو غصہ نہیں کرتا اور دوسرے کے قصور کو پکڑتا نہیں

اگر کسی سے غلطی ہو تو ہم اس کو ایک دفعہ کال کر کے بتانا چاہتے ہیں کہ تم نے غلط کیا، پیچھے ہی پڑ جاتے ہیں اور پھر دلیلیں مانگتے ہیں کہ دلیل دیں ان کو بتائیں تاکہ وہ اپنی غلطی سے باز آئیں۔

بہت دفعہ صرف آپ کا اچھا رویہ دوسرے کو سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے جو بہت مضبوط دلیل سے آپ دوسرے کو نہیں سوچنے پر مجبور کر سکتے۔

تو حلیم وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ اگر کوئی برا کرے تو اس سے انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا، جلدی بدلہ نہیں لیتا،

اور اواہ کا مطلب ہے ہر وقت اللہ کے سامنے گڑگڑانا، اٹھتے بیٹھتے آہیں بھرنا اللہ سے دعا کرنا، اللہ سے خاص تعلق رکھنا۔

منیب کہتے ہیں: پلٹنے والا، تمام کاموں میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والا۔

کیا خوبیاں ہیں۔

❖ آیت76

فرشتوں نے کہا ابراہیم اس قصے کو چھوڑ دو اب تو تمہارے رب کا حکم آ چکا اب وہ عذاب آکر رہے گا جو ٹل نہیں سکتا۔

❖ آیت 77-79

لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ دوڑتے۔

ہوئے ان کے پاس آگئے کیونکہ فرشتے نوجوانوں کی شکل میں تھے جن سے وہ بدکاری کرنا چاہتے تھے۔

مجھے میرے مہمانوں میں رسوانہ کرو۔ ابراہیم علیہ السلام کی مہمان داری اور طرح کی تھی اور لوط علیہ السلام کی اور طرح کی۔

تو مہمانی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ مہمان کو ہر طرح کی تکلیف سے بچایا جائے۔ اسے پریشانی سے بچایا جائے۔

یادرکھیں:

ان کی قوم میں سے کوئی ایک مرد بھی ان کے ساتھ ایمان نہیں لایا تھا۔ بیوی بھی نہیں صرف دو بیٹیاں تھیں ان کے ساتھ جو مومن تھیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ خیر خواہی اور تڑپ تڑپ کے کوشش کر رہے ہوتے ہیں لیکن آپ کی بات Through نہیں ہوتی، لوگ مانتے نہیں اس کو۔ اور آپ سوچتے ہیں شاید میرے اندر ہی کوئی غلطی ہے۔

لیکن نہیں بعض اوقات کچھ لوگوں کے دل سخت ہوتے ہیں اور وہ اپنی خواہشات میں اندھے ہوتے ہیں۔

اس قوم کا یہی حال تھا جن لوگوں کو خواہشات کی محبت اندھا کر دے وہ ہدایت نہیں پاسکتے کیونکہ ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہوتا ہے ان کو صرف اپنی خواہش نفس پوری کرنے سے مطلب ہوتا ہے وہ حلال سے ہو حرام سے ہو، جائز سے ہو ناجائز سے ہو، انہیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ دین کیا کہتا ہے؟ اللہ کا حکم کیا ہے؟ رسول کا حکم کیا ہے؟

وہ کہنے لگے تم تو یہ جانتے کہ تمہاری بیٹیوں سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں عورتوں کی طرف ہمارا کوئی رجحان نہیں اور یہی بھی جانتے ہو کہ ہم تو صرف مردوں سے ہی لذت حاصل کرنا چاہتے ہو۔

یہ عمل قوم لوط اس قوم کی تباہی کا باعث بنا۔

✷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک مجھے اپنی امت میں سے سب سے زیادہ جس چیز کا اندیشہ ہے وہ قوم لوط کا عمل ہے۔ (کہ ان کے اندر بھی یہ خرابی نہ آجائے۔)

اب یہ دیکھیں کہ بعض جگہوں پر لوگ علی الاعلان اس برائی کا ارتکاب کرتے ہیں حیاء بھی نہیں اور justify کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو ہماری Genes میں ہے۔

❖ آیت 80-82

ان پر عذاب کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے جو غفلت کی نیند سو رہے ہوں۔

بہت سارے لوگ ساری ساری رات جاگتے ہیں برے کام کرنے کے لئے، فجر قریب ہوتی ہے تو سو جاتے ہیں۔ اس قوم کا بھی شاید یہی حال تھا۔

فرشتے گھڑیاں گن رہے تھے کہ کتنی دیر باقی ہے کہ عذاب آئے کیونکہ فرشتے اپنی مرضی سے کوئی ایکشن نہیں لیتے۔ جو وقت انہیں بتایا جاتا ہے جو کام انہیں بتایا جاتا ہے وہ ہو بہو وہی کرتے ہیں۔

جبریل علیہ السلام آئے پر کی ایک نوک سے پوری بستی کو اوپر اٹھالیا بہت اوپر لے گئے اور اوپر سے واپس پٹخا الٹا کر کے۔

اور نیچے کی زمین ان کے سروں پر آپڑی اور اسی کے اندر دب گئے پھر ان پر کھنگر کی قسم کے تہہ با تہہ پتھر برسائے سمجھیں کوئی کلاشنکوف کھل جائے اور گولیاں برسیں۔ جو تیرے رب کے یہاں سے نشان زدہ تھے کہ کس کو کون سا پتھر لگے گا۔

❖ آیت 83

یہ خطہ ظالموں سے کچھ بھی دور نہیں۔ یعنی مکہ والوں سے کچھ بہت دور نہیں۔ یہ اپنے سفروں میں یہ Dead Sea کے آس پاس اس ویرانی کو دیکھتے ہیں جو قوم لوط کا علاقہ تھا یعنی یہ ان کی نگاہیں دیکھتی ہیں کہ اللہ کے نافرمانوں کا انجام کیسے ہوا تو اگر یہ باز نہ آئے تو ان کی بھی شامت آسکتی ہے۔

یہ سارے واقعات دراصل مکہ والوں کو سنائے جارہے تھے کہ پچھلی قوموں کے واقعات سے عبرت حاصل کرو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائے جارہے تھے آپ ان پیغمبروں کی کامیابی کو دیکھ کر صبر کریں، مشکل وقت گزر جائے گا بالآخر اللہ کی مدد آپ کے ساتھ ہے۔

❖ آیت 84

ہر پیغمبر نے آکر لوگوں کو کس چیز کی دعوت دی؟

ایک اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اور اللہ نے ہم سب کو بھی اسی لیے پیدا کیا۔

وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

سارے جنوں اور انسانوں کو میں نے اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔

اس لئے ہماری زندگی میں سب سے اہم چیز جو ہونی چاہیے وہ اپنی عبادت ہونی چاہئے باقی چیزوں میں priority عبادت ہونی چاہیے. کہیں جارہے ہیں یا کوئی کام ہے پہلے دیکھیں نماز کا وقت کونسا ہے؟ پھر یہ بھی دیکھیں کہ نماز آتی بھی ہے یا نہیں اس کی حدود فرائض شرائط سب کچھ پتہ ہے یا نہیں۔ کہیں سفر پر ہیں تو قبلہ کہاں سے دیکھیں گے، کتنی نماز پڑھنی ہے، قصر کیا ہوتی ہے، کتنی دور پر قصر ہوتی ہے کب تک قصر ہوتی ہے یہ ساری باتیں معلوم ہونی چاہیے۔

روزہ رکھ رہے ہیں تو سارے احکام معلوم ہونے چاہیے۔

حج کرنے جارہے ہیں تو سارے مناسک سیکھ کر جانے چاہیے۔

زکوۃ دے رہے ہیں تو پتہ ہونا چاہیے کتنے مال زکاۃ ہے اور کس کس کو دینی ہے۔

عوام الناس کو بھی جو فرائض کی فارمل شکل کی عبادات ہیں ان کے بارے میں بھی نہیں پتہ۔

پھر انسانوں کے حقوق تو ایک لمبا قصہ ہے ان کے بارے میں بھی ہم نہیں جانتے۔ صرف اپنا حق پتہ ہے کہ ہمارے ساتھ کون کون زیادتی کرتا ہے صرف اسی کا رونا روتے رہتے ہیں۔

ہم دوسرے کا حق کہاں نہیں دیتے اس کی فکر نہیں کرتے جب کہ ہم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تمہیں کونسا حق نہیں ملا.

ہم سے یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے کیا کیا۔ اور دوسرے کی زیادتی، دوسرے سے اس کا سوال اور اس کا حساب ہو گا۔

اسی طرح عبادات کے حکم کے علاوہ پیغمبروں نے اپنی قوم کو جو ان کے اندر خاص قسم کی اخلاقی برائیاں اور خرابیاں تھیں ان کی اصلاح کی طرف متوجہ کیا۔ جیسے شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا ناپ اور تول میں کمی نہ کرو میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں مجھے ڈر ہے کہ تم پر ایسا عذاب آئے گا جو تمہیں ہر طرف سے گھیر لے گا

بزنس کمیونٹی تھی۔ ایک تو عبادت اور دوسرے دنیاوی معاملات میں fear dealing کا کہا جا رہا ہے

❖ آیت85

نہ تول کے کم نہ گن کے کم۔

فساد پھیلتا ہے ظلم سے۔ جب کسی صاحب حق کو اس کا حق نہیں ملتا۔ تو جب ناپ تول میں کمی کرو گے تو جن کے حق میں کمی ہو رہی ہے وہ جوابی انتقامی کاروائیاں کریں گے اور لڑائی جھگڑے فساد شروع ہوں گے۔

❖ آیت86

ایک جائز پروفٹ ہی کافی ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی تجارت کے کام میں ایسا نفع حاصل کرنا جو حق نہ رکھتا ہو درست نہیں۔ یعنی جو مال اللہ نے تمہارے لیے انصاف کے ساتھ حقوق ادا کرنے کے بعد باقی چھوڑا ہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے،

بابرکت ہے، چاہے تھوڑا بھی ہو گا، بجائے اس کہ تم کسی پر ظلم کر کے ناحق مال حاصل کرو۔

لیکن انسان مال کی محبت میں ایسے گرفتار ہے کہ جب اس کو مال ملتا ہے تو وہ نہیں سوچتا کہ یہ جائز طریقے سے آیا ہے یا ناجائز طریقے سے۔

قیامت کے دن بھی ابن آدم سے جو سوال کیے جائیں گے ان میں سے ایک سوال یہ ہے کہ مال کہاں سے آیا؟ ان کا سورس کیا تھا؟ اور ان کو خرچ کہاں کیا؟

ایک آڈٹ دنیا میں ہوتا ہے اور ایک آڈٹ وہاں ہو گا۔

✷ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

ابن آدم دو چیزوں کو ناپسند کرتا ہے۔ موت کو حالانکہ وہ مومن کے لیے فتنوں سے بہتر ہے اور مال کی قلت کو (یعنی تھوڑا مال ہو تو راضی نہیں ہوتا) حالانکہ مال کی قلت حساب کتاب میں کمی کا باعث ہے۔

تھوڑا ہے تو حساب کتاب بھی کم ہے لیکن ہم ہمیشہ تھوڑے پر پریشان ہی ہوتے ہیں۔

اسی لیے ایک روایت میں آتا ہے کہ جو غریب لوگ ہوں گے وہ جنت میں 500 سال، نصف دن پہلے چلے جائیں گے۔

ان کا حساب کتاب ہی نہیں جن کے پاس جتنا زیادہ ہے ان کا حساب اتنا ہی زیادہ۔

❖ آیت87

اب نماز کا طعنہ۔ یہ اس دور سے ہے۔ تم کہتے ہو کہ ایک اللہ کی عبادت کرو تو ہمارے معبودوں کا کیا ہو گا۔

تم کہتے ہو کہ مال میں دھوکہ دہی نہ کرو، فیئر ڈیلنگ کرو تو پھر ہمارا نفع کہاں ہو گا۔

تم بڑے اچھے Well educated , Nobel person تھے تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ مولوی بن گئے ہو اس طرح کی نصیحتیں کرنے لگے ہو۔ آج بھی جو شخص یہ دو باتیں کرے اس کو اسی طرح کے طعنہ دیئے جاتے ہیں۔

❖ آیت88

نبی بھی ہوں اللہ کا رزق بھی رکھتا ہوں تو تمہارے پیچھے کیوں چلوں، دین بھی ہے دنیا بھی ہے تو مجھے تمہاری بات ماننے کی کیا ضرورت ہے۔

پیغمبر اصلاح کرنے کے لیے ہی آتے ہیں۔

پیغمبر بھی یہ بات جانتے ہیں کہ کوشش تو کرنی ہے لیکن توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہو گی اور اس کے لیے اللہ پر بھروسہ کرنا ہو گا۔ اپنے اوپر نہیں اسباب پر نہیں۔

❖ آیت89

ہر پیغمبر نے اپنے سے پچھلی پیغمبروں کے حالات اور واقعات سے اپنی قوم کو نصیحت کی اور یہ بھی تبلیغ کا بڑا اچھا طریقہ ہوتا ہے قصے سنا کر، واقعات کے ذریعے لوگوں کو صحیح اور غلط کی پہچان کروائی جائے۔ دوسرے لوگوں کی زندگی ہمارے لیے یا تو اچھا نمونہ ہوتی ہے فالو کرنے کے لیے یا پھر عبرت کا نمونہ ہوتی ہے۔

جنہوں نے اچھا کیا ان کی اچھائیاں ہمیں متاثر کرتی ہیں اور جنہوں نے برا کیا ان کے برے انجام سے ڈر کے انسان برائی چھوڑ سکتا ہے۔

یہ انسانی نفسیات کے بہت قریب چیز ہوتی ہے۔

❖ آیت90

بچوں کو بچپن سے تربیت کے لیے قران سے مستند کہانیاں سنائیں جو قرآن سے ثابت ہیں کہ سچ کی قبولیت ان کے اندر آئے کیونکہ جھوٹ کی برکت نہیں ہوتی وقتی طور پر انسان بہت متاثر ہوتا ہے لیکن بعد میں وہ زائل ہو جاتا ہے۔ باطل زائل ہو جاتا ہے۔ حق ہی صرف جمتا ہے۔ حق چاہے تھوڑا ہی ہو وہ کافی ہوتا ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں بہت ہی چھوٹی تو میرے والد ہمیں رات کو سونے سے پہلے لازمی آدم علیہ السلام کا قصہ اور نوح علیہ السلام کا قصہ سناتے تھے۔

بالکل ساری دنیا سے کٹ کے خاموشی کا وقت ہوتا تھا۔ تو اس وقت کی جو چیزیں دل میں بیٹھی ہیں وہ آج تک محسوس ہوتی اور اب بھی جب میں وہ واقعات پڑھتی ہوں تو مجھے وہ چیزیں فلیش بیک کرتی ہیں۔

تو بچوں کو کہانیاں سنایا کریں پیغمبروں کی اور پیغمبروں کے بعد صحابہ کرام کی اور پھر تابعین اور امت کے جو بھی بڑے بڑے لوگ گزرے ہیں۔

واقعات کے ذریعے انسان کو بڑی عبرت حاصل ہوتی انسان دوسروں سے نصیحت بھی حاصل کرتا ہے۔ سبق لیتا ہے۔

❖ آیت91

دین کی سمجھ کے لیے دل کے دروازے کھولنا بہت ضروری ہوتا ہے۔

اگر آپ کا دل ہدایت لینے کے لیے راغب ہی نہیں ہے، آپ کو پسند ہی نہیں پھر اچھی سے اچھی بات بھی اثر نہیں کرتی

نبی کریم ﷺ پر بھی کفار مکہ ابو طالب کے ڈر سے ہی حملہ آور ہونے سے رکے ہوئے تھے۔

❖ آیت94

ایک خاص لیول کے بعد اگر شور ہو تو انسان بے ہوش ہونے لگتا ہے مرنے لگتا ہے۔ کتنا کمزور ہے انسان۔ کھانے کو نہ ملے تو مر سکتا ہے۔ سو نہ پائے تو مر سکتا ہے اسی طرح چیخ اس کو مارتی ہے زہریلی گیس ہو تو وہ مار دیتی ہے.

❖ آیت106

یعنی سانس لینا بھی چلانا ہو گا اور سانس خارج کرنا بھی دھاڑنا ہو گا۔

جہنمیوں کی آوازیں گدھے کی آواز کی طرح ہوں گی۔ انتہائی شدت کی آوازیں ہو نگی۔

جہنمی خون کے آنسو روئیں گے۔

✷ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جہنمی جہنم میں اتنا روئیں گے کہ اگر ان کے آنسو میں کشتی چلادی جائے تو چل پڑے وہ پانی کے آنسوؤں کی جگہ خون کے آنسو روئیں گے اور جب تک زمین اور آسمان قائم ہے وہ اسی میں رہیں گے یعنی ہمیشہ۔

❖ آیت108

یاد رکھیے

اہل جنت کے لیے ہمیشگی ہے اور اہل جہنم کے لیے بھی ہمیشگی ہے.

✷ نبی ﷺ نے فرمایا:

جب اہل جنت جنت میں اور اہل جہنم جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو ایک آواز دینے والا ان کے درمیان کھڑا ہو کر پکارے گا کہ اے جہنم والوں اب تمہیں موت نہیں آئے گی اور اے جنت والوں تمہیں بھی موت نہیں آئے گی بلکہ ہمیشہ یہیں رہنا ہو گا۔

❖ آیت112

یعنی لوگوں کی مخالفتوں سے گھبرائیں نہیں۔

❖ آیت113

✷ یہ اتنی سخت بات تھی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مجھے سورت ھود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔

یعنی اللہ کے حکم سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں۔

دین کتنا بھی مشکل ہو نجات اسی کے اندر ہے۔ اور ظالموں کی طرف میلان نہیں رکھنا چاہیے اور ان کے اعمال پر راضی نہیں ہونا چاہیے۔

❖ آیت114

نماز اللہ کے ذکر کا بہترین طریقہ ہے ایک فارمل طریقہ ہے اللہ کو یاد کرنے کا۔ اور ایک فرض ہے ادا کرنے کے لیے۔

ایک نماز دوسری نماز کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔

فرض نماز ادا کرنے سے قدم قدم پر گناہ مٹتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔

✷ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف چل کر گیا تاکہ اللہ کے فرائض میں سے ایک فریضے کو ادا کرے (یعنی نماز ادا کرے) تو اس کے دونوں قدموں میں سے ایک گناہ مٹاتا ہے اور دوسرا درجہ بلند کرتا ہے۔

اتنا اجر و ثواب ہے مردوں کے لیے مسجد جا کر نماز پڑھنے کا۔

❖ آیت115

نبی کریم ﷺ کو اس سورت میں بار بار صبر کی تلقین کی گئی ہے کہ مشکلات میں گھبرائیں نہیں آپ کا اجر برقرار ہے۔

❖ آیت116

یعنی ہر قوم کے اندر ایسے لوگ ہونے چاہیے جو برائیوں سے منع کریں۔

❖ آیت118-119

تمام لوگوں کا ایک طرح کا دماغ نہیں دیا، ایک طرح کی سوچ نہیں دی، یہ نیچرل ہے ایک دوسرے کے ساتھ difference of opinion کا ہونا۔

لیکن اختلاف کو مخالفت نہیں بن جانا چاہیے۔

یعنی اگر وہ سب غلط راستے پر چلیں گے تو سب ہی پکڑ میں آجائیں گے۔

❖ آیت120

ان سارے واقعات کا مقصد اس آیت میں بتادیا گیا:

کہ نبی ﷺ کا دل مضبوط ہو اور ایمان والوں کو نصیحت اور یاد دہانی ہو۔

تو یہ واقعات ایک بار نہیں بار بار قرآن میں آتے ہیں اور بار بار پڑھنا یاد دہانی کے لیے ہوتا ہے۔

❖ آیت123

یہ تسلی دلانے والی بات ہے نیکی چھوٹی سی بھی ہو تو رب اس کو خوب جانتا ہے۔

سورت یوسف

❖ آیت2

یعنی عربی ہی اس کا بوجھ اٹھا سکتی تھی اسی کے اندر اتنی وسعت تھی کہ ان معنوں کو بیان کر سکے جو بندوں کی سمجھ کے لیے ضروری ہیں۔

❖ آیت3

نبی ﷺ کے علم میں یہ کہانی نہیں تھی تو اللہ تعالی نے پوری سورت میں ایک ہی واقعہ بیان کیا جو یوسف علیہ السلام کا تھا۔

❖ آیت4

خواب تین طرح کے ہوتے ہیں

1: اچھا خواب جو اللہ کی طرف سے خوشخبری ہوتی ہے

2: ایک وہ خواب جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے جو غمگین کر دیتا ہے

3: ایک خواب جو بندے کے اپنے اوہام اور خیالات ہوتے ہیں

اچھا خواب آنے پر اللہ کا شکر کرنا چاہیے، خوش ہونا چاہیے اور اس کو اپنے ہمدرد اور مخلص لوگوں سے بیان بھی کر دینا چاہیے۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا:

خواب کسی عالم یا خیر خواہ ہی سے بیان کیا جائے لیکن اگر برا خواب آئے تو کسی کو نہیں بیان کرنا چاہیے اور اسکے شر سے پناہ مانگنا چاہیے۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایسے خوف ناک خواب دیکھتا تھا کہ جو مجھے بیمار کر دیتے تھے یہاں تک کہ میں نے ابو قتادہ کو کہتے ہوئے سنا میں بھی ایسے خواب دیکھتا ہوں جو مجھے بیمار کر دیتے۔

(اس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ، تابعین، بڑے بڑے نیک لوگوں کو ایسے خواب آسکتے تھے کہ جس میں شیطان دشمن نہ دن کو چھوڑتا اور رات کو بھی غمگین کرنے والی باتیں دل میں ڈالتا۔)

✷ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

تم میں سے جب کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اس کے شر اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے۔ تین بار بائیں طرف تھُو تھُو کر دے اور کسی سے بھی بیان نہ کرے۔ ایسا کرنے سے وہ خواب اسے کوئی نقصان نہیں دے سکتا۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ خواب چونکہ ہمارے دل پر بوجھ بن جاتا ہے تو ہم چاہتے ہیں کہ کسی کو کہانی سنا دیں، نہیں صرف اللہ سے اس کے شر سے بچنے کے لیے دعا کریں۔ ان شاء اللہ کچھ نہیں ہوتا۔

یہاں یوسف علیہ السلام نے بہت meaningful خواب دیکھا۔ باپ ایک عالم تھا۔ اس نے بچے کو بڑی پیاری نصیحت کی۔

یاد رکھیے:

ریسرچ بتاتی ہے کہ جیلسییز قریب ترین لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے، اپنے ہی بہن بھائیوں میں، اپنے ہی رشتہ داروں میں۔

بعض اوقات اپنے ہی دوستوں کے اندر اور ہر شخص کسی نہ کسی درجے حسد کا شکار ہو ہی جاتا ہے۔ اگر دل میں صرف خیال ہی آیا ہے تو اللہ سے فضل مانگ لیں اور اس سے باہر نکل آئیں لیکن اس کے بناء پر دوسرے کے خلاف کوئی چالبازیاں اور مکر و حیلہ کرنا شروع نہ کر دیں، اس پر پکڑ ہے۔

یعنی دل کے خیال پر پکڑ نہیں جب تک وہ عمل میں نہ آجائے یا زبان سے نہ نکلے۔

❖ آیت 5

یہاں دیکھیے

یعقوب علیہ السلام بیٹے کو بھائیوں کی کوئی غیبت نہیں کر رہے، نصیحت کر رہے ہیں۔ تو جب کسی کے شر سے بچنے کے لیے کسی کو نصیحت کرنی ہو تو ان کی برائیاں لمبے چوڑے قصے بیان کرنے کی بجائے صرف محتاط کر دینا چاہیے۔

ایک اور بات یہ بھی پتہ چلتی ہے کہ نعمت کو جب تک پوری نہ ہو جائے اس کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ یعنی نعمت کو تب تک چھپانا چاہیے جب تک خود ظاہر نہ ہو جائے جب حاجت پوری ہو جائے تو اس کے بعد ذکر کیا جا سکتا ہے اور وہ اس لیے کہ اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور حاسد سے بچنے کے لیے نعمتوں کو چھپانا لازم ہے۔

جب آپ کو پتہ ہو آپ کے دائیں بائیں ایسے لوگ موجود ہیں جو آپ کی خوشی پر، آپ کی نعمت پر راضی نہیں ہوتے بلکہ دل میں قباحت محسوس کرتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح برا مانتے ہیں اور آپ کے مقاصد میں رکاوٹ بنیں گے تو خاموش رہیں۔

لیکن نعمتوں کو ہر وقت چھپانا نہیں چاہیے۔ دین بھی ایک نعمت ہے اس کا اظہار کرنا چاہیے۔

جب نعمت مل جائے اور حسد کا ڈر نہ ہو تو بیان کیا جانا چاہیے اور بہت تفصیلات نہیں بیان کرنی چاہیے کہ میرے اس بزنس میں اتنے ہزار کا پرافٹ ہوا تھا تو پھر میں نے اس کو اس طرح انویسٹ کیا تو اتنا اور ہو گیا۔ اس طرح کی باتیں لوگوں سے نہ کریں کیونکہ وہ متحمل نہیں ہو سکتے، برداشت نہیں کر سکتے۔

اسی طرح نعمت کا صرف زبان سے ہی نہیں اظہار کیا جاتا عمل سے بھی اظہار کرنا چاہیے شکر ادا کر کے، اس مال میں سے صدقہ خیرات کر کے یا علم ہے تو اس کو لوگوں میں بانٹ کر۔ اور لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کی حرص رکھنی چاہیے یعنی اگر کسی کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو آگے بڑھیں اور بتائیں میں اس کو جانتا ہوں، میں اس کا حل بتا سکتا ہوں، میں آپ کی مدد کرتا ہوں تو یہ بھی اظہار نعمت ہی ہے۔

❖ آیت 6

خواب کی تعبیر بتا رہے ہیں۔

❖ آیت 8

دو ماؤں کی اولاد تھے۔ ایک سے 10 بچے تھے اور ایک سے 2 بیٹے تھے۔

یوسف علیہ السلام اور بن یامین سگے بھائی تھے۔ اور باقی 10 کا جتھا تھا۔

عام طور پر اس طرح کے رشتوں میں یہ پریشانیاں رہتی ہیں بہت نیچرل ہے چاہے پیغمبر کی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔

❖ آیت 9

ابھی جو کرنا ہے کر لینا بعد میں توبہ کر لینا، تو جان بوجھ کر غلطی کرنا بہت بڑا جرم ہوتا ہے یہ تو توبہ کا مذاق ہے۔

❖ آیت 11

بچوں کا عام انداز ہوتا ہے ماں باپ کو blame کر کے ان سے فائدے اٹھاتے ہیں جسے بلیک میلنگ کہتے ہیں۔

❖ آیت 18

سبحان اللہ کیا reaction تھا اتنی بڑی بات ہو گئی اور اولاد کے درمیان حسد ہے جب گھر میں مسائل ہوتے ہیں تو بہت سی چیزوں سے اعراض برتنا پڑتا ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہوئے کہ بچے قصوروار ہیں بعض اوقات نظر انداز کر دیا کریں، ہر بات کے پیچھے نہ پڑ جایا کریں کہ یہ مجھے پتہ ہے، میں نے تمہارے فلاں دوست سے پتہ کر لیا ہے کہ تم رات کہاں تھے۔ ساری حیاء اٹھ گئی۔ بچے کو بھی پتہ چل گیا کہ اب ماں باپ کو پتہ ہے۔ so what , who cares

اب تو میں کھلے دل سے کروں گا جو کرنا ہے، پردہ ڈالا کریں اور حکمت کے ساتھ غلطیوں پر بتائیں بجائے اس کے کہ یہ کہیں یہ غلطی جو تم کر رہے ہو اس کو چھوڑ دو بلکہ اس غلطی کے نقصان بتانا شروع کریں بغیر اس کو blame کیے، پوائنٹ آوٹ کیے کہ تم میں ہے یہ۔

یہ بتایا کریں کہ اس طرح کی برائی کا نقصان کیا ہوتا ہے۔

پھر یعقوب علیہ السلام اپنے غم اور دکھ کی بات کہتے ہیں کہ میں اللہ سے مدد لوں گا، اللہ کے علاوہ کسی سے شکوہ نہیں کرنا چاہیے۔

صبر جمیل وہ صبر ہوتا ہے جس میں شکوہ شکایتیں نہیں ہوتی، ہر ایک کو کہانی نہیں سنائی جاتی اپنے غموں کی۔

✧ امام ثوری نے کہا:

تین باتیں صبر میں سے ہیں:

اپنی تکلیف کو بیان نہ کرنا، اپنی مصیبت کا ذکر نہ کرنا اور نہ ہی اپنے آپ کو پاک قرار دینا۔

یہاں ایک اور بات بھی ہے کہ جب ہم اپنے منہ سے کوئی ایسی بات نکال دیتے ہیں تو دوسرے اس کو پکڑ لیتے ہیں اور پھر وہ اس ہی کو استعمال کرتے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے اپنے خدشہ کا اظہار کر دیا بچوں نے وہی پکڑ لیا اور اسی کا بہانہ بنا کر آ کر وہی جھوٹ بول دیا کہ بھیڑیا کھا گیا۔

حالانکہ قمیص لے آئے خون لگا کر جھوٹ موٹ کا اور قمیص نہیں پھٹی اور اس میں سے نکال کر بھیڑیئے نے کھا لیا۔ اسی لیے یعقوب علیہ السلام کو سمجھ آئی کہ بات یہ نہیں بلکہ معاملہ کچھ اور ہے۔ اس وقت تفتیش بھی نہیں کی پیچھے بھی نہیں پڑے کہ بتاؤ مجھے، کوئی مار پٹائی نہیں، کوئی طعنہ تشنی نہیں۔ جوان بیٹے ہیں کیا کیا جا سکتا ہے صبر جمیل ہی ہے۔

اولاد کی تربیت میں چاہے وہ چھوٹے ہوں یا بڑے صبر جمیل ہی کام آتا ہے۔

❖ آیت20

کیونکہ انہیں ڈر تھا کہ مالک نہ آجائے اور نفع بھی نہ جائے۔ جیسے چوری کا مال بیچا جاتا ہے اونے پونے داموں ویسے ہی۔

کتنے حسین تھے یوسف کتنے بہترین تھے وہ لیکن کیا قیمت لگی ان کی۔

کبھی کبھی بڑے اچھے لوگوں کی بڑی ناقدری بھی ہوتی ہے تو اس پر بھی رنج نہیں ہونا چاہیے، اچھے دنوں کا انتظار کرنا چاہیے۔

❖ آیت21

بظاہر تکلیف تھی گھر سے دوری تھی لیکن ایک ترقی یافتہ ملک میں سیکھنے کے چانسز بہت تھے اللہ تعالی انہیں کچھ اور مقام دینا چاہتے تھے کہ جس کے لیے تربیت فلسطین کے گاؤں میں نہیں ہوسکتی تھی۔ بظاہر حالات تکلیف دہ تھے لیکن اللہ تعالی کہیں اور پہنچارہا تھا۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا؟

اُسے باتوں کی تاویل سکھادیں۔

تجربات انسان کو بہت کچھ سکھادیتے ہیں مپچور کردیتے ہیں، آزمائشیں انسان کو وقت سے پہلے پختہ کردیتی ہیں، بھٹی میں تپ جاتا ہے انسان اور پک جاتا ہے۔

❖ آیت23

احسان کا بدلہ اس طرح دوں۔

✷ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

میں نے اپنے بعد مردوں پر کوئی فتنہ عورتوں سے زیادہ نقصان دینے والا نہیں چھوڑا۔

بعض عورتیں مردوں کو برائی کی طرف دعوت دیتی ہیں، بعض اوقات لباس کے ذریعے، بعض اوقات انداز کے ذریعے۔

یہ ایک بہت بڑے فتنے کی بات ہوتی ہے جس کے لیے مرد کو غضِ بصر کے لیے کہا گیا ہے۔

❖ آیت24

اخلاص کی وجہ سے انسان شیطان کے قابو میں آنے سے بچ جاتا ہے تو اپنے اندر نیت کا، ارادوں کا، نیکی کا خلوص پیدا کریں۔

❖ آیت25

یہ ہوتی ہے وہ محبت جسے lust کہتے ہیں جس میں صرف اپنے جذبات کی تسکین مقصود ہوتی ہے اور دوسرے کو آلہ کا بنایا جاتا ہے اور جب مطلب پورا نہ ہو تو الزام تراشی کردی جاتی ہے۔

تو اللہ تعالی ایسے لوگوں سے بھی بچائے جو محبت کے اظہار کے روپ میں بہروپیے ہوتے ہیں اور انتہائی نقصان دینے والے ہوتے ہیں۔

کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ لڑکیاں ایسے مردوں کے چنگل میں پھنس جاتی ہیں ان کی چکنی چپڑی باتوں سے، انہوں نے نہ ان سے شادی کرنی ہوتی ہے نہ بسانا ہوتا ہے، نہ انہیں عزت دینی ہوتی ہے، نہ ذمہ داری لینی ہوتی ہے صرف ان سے اپنی وقتی حرص اور تسکین مطلوب ہوتی ہے۔ اور وہ ان کی پیار بھری چکنی چپڑی باتوں کی وجہ سے اپنی ساری عزت عصمت لٹا بیٹھتی ہیں۔

تو عورت اللہ پر بھروسہ رکھے، دھوکہ دینے والے بھیڑیوں کے دھوکے میں نہ آئے اور خود کو ان فتنوں پر پیش نہ کرے۔

ایسی جگہوں پر نہ جائے، ایسے لوگوں سے نہ ملے جو اس کو ذلیل کر کے رکھ دیں۔ کیونکہ برائی کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔

❖ آیت28

یہ عزیز مصر کا قول ہے جو اس نے اپنی بیوی کو کہا۔ لیکن بعض مرد کتنے عاجز ہوتے ہیں اپنی بیویوں کے سامنے کہ یہ جانتے بوجھتے کہ وہ برا کام کر رہی ہیں کچھ کہہ بھی نہیں سکتے۔

❖ آیت32

استغفر اللہ کتنی بے باکی کے ساتھ اپنی برائی کا ذکر کیا جا رہا ہے اور اپنی برائی کو justify کیا جا رہا ہے۔

یہاں قید کا لفظ بولا گیا اور وہی ہو گیا۔

ہمیشہ منہ سے اچھے لفظ نکالنے چاہیے۔ یہ نہیں کروگے تو یہ ہو جائے گا اور وہی ہو جاتا ہے۔

❖ آیت33

یوسف علیہ السلام نے گناہوں اور نافرمانیوں کے مقابلہ میں جیل اور مصیبت کو اختیار کر لیا۔

کتنی بڑی بات تھی اور اللہ تعالی سے دعا کی کہ ان کے دل کو دین پر جما دے اور اپنی اطاعت کی طرف پھیرے رکھے اگرچہ ان کا ایمان پہاڑوں برابر تھا لیکن پھر بھی دعا۔

کبھی یہ نہ کہیں کہ میں بہت مضبوط ہوں، مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا، مجھ پر ماحول اثر نہیں کرتا۔ نہیں۔

اللہ کی توفیق سے ہی انسان گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

❖ آیت34

تو کئی دلائل مل جانے کے باوجود بھی انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ یوسف علیہ السلام کو جیل میں ڈال دیا جائے کیونکہ اب ایک نہیں ساری عورتیں ان کی محبت میں گرفتار ہو چکی تھیں اور فتنہ اور زیادہ پھیل گیا۔

❖ آیت37

علم کی نسبت اللہ کی طرف کی۔

ہم کیا کرتے ہیں؟ بہت محنت کی تھی میں نے اس ڈگری کے لیے

یادرکھیے

وعظ و نصیحت میں دوسرے کو بور نہیں کرنا چاہیے۔

مختصر ہونی چاہیے۔

محدود مدت کے لیے ہونی چاہیے۔

اس کی time limit ہونی چاہیے تاکہ سب کو پتہ ہو اتنی دیر کے بعد جان چھوٹ جائے گی۔ کیونکہ جو لوگ ٹائم کی پابندی نہیں کرتے دیر سے شروع کرتے اور پھر لمبا لے جاتے ہیں وہ دوسروں کو دین سے، علم سے، مجلسوں سے بھگا دیتے ہیں۔

اور پھر کہتے ہیں لوگ نہیں آتے، لوگ خراب ہیں۔ اپنی خرابی بھول جاتے ہیں اور پھر دوسروں کو blame کرتے ہیں۔

✷ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمیں نصیحت کرنے کے لیے ہمارے لیے کچھ دن مقرر کر دیئے تھے اس ڈر سے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔

✷ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا لمبی نماز اور مختصر خطبہ اس کی سمجھداری کی علامت ہے۔ پس نماز لمبی کیا کرو اور خطبہ مختصر کیا کرو۔

❖ آیت 38

کتنے پیار سے قید کے ساتھیوں سے خطاب کر رہے ہیں ان کو اپنا ساتھی کہہ رہے ہیں حالانکہ وہ مسلم نہیں تھے، اجنبی لوگ تھے، لیکن ان کو اپنا کہا۔

تبلیغ کرنے کے لیے، نصیحت کرنے کے لیے دوسرے کا ٹرسٹ حاصل کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ بچوں سے بھی پیار سے بات کریں اور پھر انہیں ان کے عیب بتائیں۔

حکم نہیں چلا رہے بلکہ سوال کر کے سوچنے کا موقع دے رہے ہیں۔

فیصلہ ہر معاملے میں اللہ ہی کا ہوتا ہے، اس لیے اللہ کی supremacy، اللہ کی عظمت و بڑائی کا احساس پیدا کیا اور پھر پیچھے نہیں پڑے۔

❖ آیت 42

بعض کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام 9 سال قید میں رہے بعض کہتے ہیں 14 سال۔ لمبی آزمائش تھی۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مجھے اپنے بھائی یوسف کے صبر اور کشادہ دلی پر بڑا تعجب ہے اللہ ان کو معاف فرمائے۔ ان کے پاس ایک آدمی آیا تاکہ وہ باہر نکل سکیں لیکن وہ اس وقت تک نہ نکلے جب تک ان پر جو الزام تھا اس کی وضاحت نہ کر دی گئی۔ اگر میں ہوتا تو دروازہ کی طرف لپک پڑتا۔

اگر

ٱذۡكُرۡنِي عِندَ رَبِّكَ

والی بات نہ ہوتی تو وہ جیل کے اندر نہ ٹھہرتے

❖ آیت46

اب یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ پہلے یہ بتاؤ جو کام میں نے کہا تھا وہ کیا یا نہیں۔ بلکہ اس کو تعبیر بتاتے ہیں۔

❖ آیت50

سبحان اللہ اتنے سال قید میں رہنے کے باوجود کہا کہ پہلے اس میرے کردار پر جو الزام کا اس کا پتہ کرو

❖ آیت51

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ کی کوئی غلطی نہیں ہوتی لیکن آپ پر الزام لگا دیا جاتا ہے۔ گھروں میں ہوتا ہے ایسا، بیویوں پر الزام لگا دیئے جاتے ہیں، جھوٹے الزام لگا دیئے جاتے ہیں اور اس کی طویل سزا عورت کو بھگتنی پڑتی ہے میکہ بھیج دی جاتی ہے،

سالہا سال تک بن شوہر کے بیٹھی رہتی ہے پھر وقت آتا ہے کہ بری الزمہ ہوتی ہے اور دوبارہ سے خوشحال زندگی شروع ہوتی ہے۔

زندگی میں بعض اوقات انسان کے سامنے ایسی آزمائشیں آجاتی ہیں جس کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا اور اس میں اس کی کوئی غلطی بھی نہیں ہوتی ہے اور آزمائش ہوتی بھی یہی ہے کہ جس میں انسان کا قصور نہ ہو، کیونکہ دوسرا تو عذاب ہوتا ہے، سزا ہوتی ہے۔

کتنے عرصے کے بعد الزام صاف ہوا۔

❖ آیت52

پیغمبروں کے لیے یہ بات بڑی اہم ہوتی ہے کہ وہ خیانت نہیں کرتے کیونکہ انہیں لوگوں کے سامنے اللہ کے دین کی بات کرنی ہوتی ہے۔

نبی ﷺ بھی صادق اور امین تھے۔ خیانت کار نہیں تھے۔

خیانت کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

پارہ (12) کے اہم نکات

1. استغفار نعمتوں میں دوام کا سبب بنتی ہے۔
2. دعائیں اللہ سبحان و تعالی کے ناموں کے ساتھ پکار کر مانگیں۔ دعا مانگتے ہوئے اس بات کا یقین رکھنا کہ میرا رب قریب بھی ہے اور مجیب بھی۔
3. تین قسم کے خواب ہوتے ہیں۔
4. مہمان نوازی ایمان کا حصہ ہے۔
5. دین کو سمجھنے کیلیئے دل کے دروازے کھولنے ضروری ہیں۔
6. نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔
7. قرآن مجید کے حروف کے ساتھ ساتھ حدود کا بھی خیال رکھنا چاہیئے احکامات کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔
8. نیک اعمال کے باوجود اللہ کی رحمت ہی انسان کو جنت تک پہنچا سکتی ہے یعنی صرف انسان کے عمل کافی نہیں ہیں جنت کو پانے کے لئے۔
9. بچوں کو انبیاء اور صحابہ کرام کی کہانیاں بھی سنانی چاہیئے۔
10. اختلاف ایک فطری بات ہے کیونکہ ہر انسان مختلف ہے لیکن اسے مخالفت میں نہیں بدل دینا چاہیے۔
11. دنیا میں انسان جس کو فالو کرتا قیامت کے دن بھی اسی کے پیچھے ہو گا۔
12. اخلاص کی وجہ سے انسان شیطان کے قابو میں آنے سے بچ جاتا ہے۔ شیطان مخلصین پر قابو نہیں پا سکتا۔
13. توکل ایمان کا حصہ ہے۔ توکل کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔
14. ایمان دل میں ہوتا ہے اور چور وہیں آتا ہے، شیطان وہیں اٹیک کرتا ہے جہاں خزانہ ہوتا ہے۔
15. لوگوں کی قدر ان کے دین، ایمان تقوی کی وجہ سے کرنی چاہیے نہ کہ ان کے مال اور انکے دنیاوی اسٹیٹس کی وجہ سے۔
16. ایسا صبر کرنا چاہیے جو صبر جمیل ہو۔

جزاکم اللہ خیرا کثیرا۔

اکیڈمک ڈپارٹمنٹ
(کراچی ریجن)